

یہ حدیث ان ہی دو حقوق کی ادائیگی کا بیان اور دین کے دونوں پہلوؤں پر دلالت کرتی ہے۔ پس دین کے دو پہلوؤں میں سے ایک پر کفایت کرنا کوتاہی ہے اور مکمل کو چھوڑ کر ایک جہت پر اکتفا کرنا کمالِ فرومان برداری سے دور ہے لہذا مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کا بوجھ اٹھانا ضروری ہے۔ اور ان کے ساتھ حق معاشرت اختیار کرنا بھی لازمی ہے لہذا یہی نامناسب ہے اور بے اتفاقی ٹھیک نہیں ہے۔

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم است نازکی کے راست آید بار می باید کشید  
ترجمہ: جو شخص عاشق بن گیا اگرچہ سارے جہان کا نازنین ہو عاشق بننے کے بعد اس کا نازنین رہنا درست نہیں۔ بلکہ اُسے بوجھ اٹھانا پڑے گا۔

جبکہ مدت و دراز تک آپ میری صحبت میں رہے اور مجھ سے بہت سے مواعظ اور نصیحت کی باتیں سن چکے ہیں بات لبا کرنے سے میں نے اعراض کیا اور چند مختصر فقروں پر کفایت کی اللہ سبحانہ ہیں اور تمہیں شریعتِ مسطوریہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و اتحیہ کے راستے پر ثابت اور قائم رکھے۔

## مکتوب نمبر ۱۱۱

مکاتاہر بخشی کی طرف لکھا گیا:

اس بیان میں کہ جو چیز فقراء پر لازم ہے یہ ہے کہ ہمیشہ ذلت، محتاجی و طاقتِ عبودیت کی ادائیگی محدود شرعیہ کی حفاظت اور روشن سنت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اور اپنے گناہوں کی کثرت کا مشاہدہ اور علام الغیوب ذات کے انتقام کا خوف پیش نظر رہے اور اس کے مناسب امور کی بیان میں:-  
الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ الطاہرین۔ جو چیز ہم فقراء پر لازم و ضروری ہے یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہمیشہ بارگاہِ خداوندی میں غوار رکھیں۔ اس کے محتاج رہیں۔ اس کے حضور میں انکساری، عاجزی اور التجا کرتے رہیں۔ و طاقتِ عبودیت کی ادائیگی، محدود شرعیہ کی حفاظت اور روشن سنت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و اتحیہ کی متابعت میں فرق ڈالنے دیں۔ اور نیکیاں کام انجام دینے میں نیت درست رکھیں۔ باطن کو غیر حق کے خیالات سے آزاد کریں۔ اپنے ظاہر کو طاعات کے سپرد کر دیں۔ اپنے محبوب کو دیکھتے رہیں۔ اور اپنے گناہوں کے غلبے کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ اور اس علام الغیوب رب تعالیٰ کے انتقام کا خوف دل میں بٹھائیں۔ اور اپنی نیکیوں کو اگرچہ زیادہ ہی ہوں کم خیال کریں۔ اور اپنے گناہوں کو اگرچہ وہ کم ہی ہوں زیادہ تصور کریں۔ اور شہرت اور قبولیتِ خلق سے دور رہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم



کی حدیث پاک ہے۔

يَحْتَسِبُ الْمُتْرَحُّ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَتَارِيَ إِلَيْهِ  
بِالْأَصَابِعِ فِي دِينٍ أَوْ دُنْيَا أَوْ بَيْنَ  
انسان کی پدی کے لئے یہ کافی ہے کہ لوگ دین یا  
دُنیا کے بارے میں اس کی طرف اپنی انگلیوں سے  
اشارے کریں۔ مگر جسے اللہ تعالیٰ معذور رکھے۔

اور اپنے افعال اور اپنی نیتوں کو عجیب ناک جاننا اگرچہ وہ صبح کی طرح صاف اور واضح ہوں اور اپنے احوال  
اور وہد کی کیفیات کا اگرچہ وہ صبح اور مطابق ہوں کچھ اعتبار نہ کرنا۔ اور صرف دین کی تائید اور طہارت کی تقویت اور  
شریعت کی ترویج اور مخلوق کو حق عمل کی طرف دعوت دینا ان باتوں کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے۔ اور نہ انہیں  
مستحسن سمجھا جائے۔ جب تک اپنا عمل درست نہ ہو کیونکہ اس طرح کی تائید کبھی کافر اور فاسق و فاجر سے بھی وجود  
میں آسکتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لِيُؤْمِنَهُ هَذَا الدِّينَ بِالرَّحِيلِ  
بیشک اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فاسق و فاجر

الفاجر۔

انسان سے بھی کرا لیتا ہے۔

وہ مرید جو مطالب بن کر آئے اور سلوک میں مشغول ہونے کا ارادہ ظاہر کرے اُسے برا اور شیر کی طرح خطرناک  
جاننا چاہیے۔ اور ڈرنا چاہیے۔ کہ کہیں اس طرح سے وہ اس کی خرابی نہ چاہتے ہوں۔ اور اُس کے نکتے میں پڑنے کا  
باعث نہ بن جائیں۔ اور اگر بالفرض کسی مرید کے آنے سے اپنے میں فرحت اور سرور محسوس کریں تو اُسے کفر و شرک  
کی طرح بُرا جانیں اور اس کا تدارکِ ندامت اور استغفار کے ذریعہ اس مذہب تک کریں کہ اس سرور کا بالکل نشان  
نہ رہے۔ بلکہ اس فرحت کی جگہ غم اور خوف چھٹ جائے۔ اور اپنے خلفاء کو اچھی طرح تاکید کریں کہ مرید کے مال میں  
طمع اور اس سے دنیوی منافع کی امید پیدا نہ ہو۔ کیونکہ یہ بات مرید کی ہدایت میں رکاوٹ ہے اور پیر کی خرابی کا  
باعث ہے۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے سب دین خالص کا مطالبہ ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ السَّيِّئُ الْمُخَالِصُ۔  
میں اور خالص دین اللہ ہی کے لئے ہے۔

شرک کی اُس بارگاہ میں کسی طرح بھی کوئی گنجائش نہیں اور اس بات کو بھی ذہن میں رکھیں کہ ہر تاریکی اور میل جول  
پر طاری ہوتی ہے اس کا ازالہ تو بہ استغفارِ ندامت اور التجا سے باسانی میسر آسکتا ہے۔ مگر وہ تاریکی اور میل جو  
کیمین دنیا کی محبت کے راستے سے دل پر چڑھے جو زندگی کو تلخ اور دل کو پلید کر دیتی ہے اُس کے ازالے میں محنت

۱۔ بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرۃ انس ابن مالک و مختصراً

۲۔ سورہ زہر پارہ ۲۳



وشواری اور مشکل پیش آتی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا ہے۔  
لے حُبُّ الدُّنْيَا سَأَى كُلِّ خَطِيئَةٍ  
یعنی دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں دنیا اور دنیا کے چاہنے والوں کی محبت اور ان سے میل جول اور ان کی دوستی سے نہات دے گا۔ کیونکہ دنیا کی محبت نہ ہر قاتل اور ہلاک کرنے والا مرض اور بلائے عظیم اور عام کہلنے والی بیماری ہے۔

اخوی ارشد می شیخ حمید اچھے طریقہ سے آپ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں ان کی نئی اور تازہ باتوں کو غور سے سنیں اور غنیمت جانیں باقی باتیں ملاقات کے وقت ہوں گی۔

## مکتوب نمبر ۱۷۲

شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا:

بعض اُن اسرارِ خاص کے بیان میں جو خاص ہیں سے بھی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتے ہیں۔ اور اس بیان میں کہ اس مقام میں عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے۔ اور اس کے سبب کا بیان اور اس کی روشنی شریعت کے ظاہر سے مطابقت اور دیگر اس سے متعلق مسائل کے بیان میں۔  
بعد الحمد والصلوة۔ میرے عزیز بھائی کو معلوم ہونا چاہیے کہ شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت اس کی صورت وہ ہے جس کے بیان کے علماءِ ظاہر کفیل و شامع ہیں۔ اور اس کی حقیقت وہ ہے جس کے بیان کے ساتھ بلند گروہ صوفیہ ممتاز ہے صورت شریعت کے عروج کی نہایت سلسلہ ممکنات کی نہایت تک ہے۔ اس کے بعد اگر درجہ و رجب میں سیر واقع ہو تو وہ حقیقت کے ساتھ مل جوتی ہوگی۔ اور آمیزش کا یہ معاملہ شانِ العلم کے عروج تک ہے جو سید البشر علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کا مبداء و معین ہے۔ اس کے بعد اگر ترقی واقع ہو تو صورت حقیقت دونوں الگ ہو جاتی ہیں۔ اور عارف کا معاملہ شانِ الہیات تک پہنچتا ہے۔ اس عظیم مرتبہ شان کی عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ یہ شیلونات حقیقہ میں سے ہے کہ اضافت کی گروہ اس تک نہیں پہنچی۔ تاکہ عالم کے ساتھ اس کا تعلق پیدا ہو۔ اور یہ شان مقصور کا دروازہ ہے اور مطلوب کا مقدمہ۔ اس مقام میں عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے۔ لیکن چونکہ محفوظ ہوتا ہے اس لئے وفاق شریعت سے ایک دقیقہ بھی نہیں چھوڑتا

۱۷ مشکوٰۃ شریف بحوالہ ذریعہ اور بدیع الدین شریف بروایت حسن مرسل ہے۔



وہ جماعت جو اس دولت عظمیٰ سے مشرف ہوتی ہے۔ اس کے تعداد میں کمی ہے۔ اگر ان کی تعداد بیان کی جائے تو شاید نہایت ہی قلیل لوگ اسے تسلیم اور قبول کریں۔ اور صوفیہ کی ایک کثیر جماعت اس عام حال کے ساتھ ساتھ پہنچی ہے۔ کیونکہ ہر ملے مقام کا اس کے پیچھے اس کا ایک سایہ ہے۔ سایہ اور غلہ میں پہنچنے والی جماعت کا گنا ہوتا ہے کہ انہوں نے دائرہ شریعت سے قدم باہر رکھ لیا ہے۔ اور پوست سے ترقی کر کے مغز تک پہنچ گئے ہیں یہ مقام صوفیہ کے قدموں کی لغزش کی جگہ ہے۔ ناقصوں کا ایک گروہ اس راستے سے الگ اور زندقہ تک پہنچا ہے۔ اور انہوں نے اپنا شریعت کی رستی سے باہر نکالا ہے۔ یہ لوگ خود بھی گمراہ ہو گئے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا ہے۔

اور کاموں کی ایک جماعت جو درجات ولایت میں سے ایک درجہ سے مشرف ہوئی ہے۔ اور اس معرفت کو اس بلند مقام کے ظلال و سایوں میں سے کسی نمل کو حاصل کیا ہے۔ اگرچہ اس مقام کے اصل تک نہیں پہنچے لیکن وہ بچکنے سے محفوظ رہے ہیں۔ اور آداب شریعت میں سے کسی ایک ادب اور منتخب امر کو بھی ترک کرنا جائز نہیں رکھا۔ اگرچہ اس معرفت کے راز کو نہیں جانتے۔ اور حقیقت معاملہ کو نہیں سمجھتے۔

اور جب اس فقیر پر اللہ سبحانہ کی عنایت و مہربانی اور اس کے حبیب پاک علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے اس معاملہ کا راز منکشف ہوا ہے۔ اور حقیقت معاملہ جیسی کہ چاہیے ظاہر ہو چکی ہے۔ تو اس سرگزشت کا قورا حجتہ معروض تحریر میں لاتا ہے۔ ممکن ہے میری یہ تحریر ناقصوں کو راہ راست کی طرف لائے۔ اور حقیقت معاملہ کی وضاحت کرے۔

جاننا چاہیے کہ تکلیفات شرعیہ بدن اور دل سے مخصوص ہیں۔ کیونکہ نفس کو تزکیہ انہی پر متفرع ہوتا ہے۔ اور لطائف میں سے جو لطیفہ دائرہ شریعت سے قدم باہر رکھتے ہیں۔ وہ ان کے علاوہ ہیں۔ پس جو لطیفہ احکام شرعیہ کا مکلف بنے ہمیشہ مکلف ہے۔ اور جو لطیفہ مکلف نہیں وہ کبھی بھی مکلف نہیں ہوا۔ اس بات میں انتہائی اور آخری حقائق یہ ہے کہ سلوک سے قبل لطائف آپس میں مخلوط تھے۔ قلب سے جدا نہیں تھے۔ جب سیر سلوک نے ہر ایک کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ اور ہر ایک کو اپنے مقام اصلی میں پہنچا دیا۔ تو اس وقت معلوم ہوا کہ مکلف کون تھا اور کون مکلف نہیں تھا۔

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ اس مقام میں عارف اپنے بدن اور دل کو بھی دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ تو اس کا جواب ہم یہ دیں گے۔ کہ یہ یافت تحقیقی نہیں ہے بلکہ تخیلی ہے۔ اور اس تخیل کا منشا و اصل لطیف تربیتی لطیفوں جنہوں نے تکالیف شرعیہ سے قدم باہر رکھے ہوئے ہیں کے رنگ میں رنگیں ہونا ہے۔ اگر یہ سوال کریں کہ صورت شریعت کی تکلیفات قلب اور قالب سے مخصوص ہیں۔ لیکن حقیقت شریعت کی



قلب کے ماسوا میں بھی گنجائش ہے۔ پس مطلق شریعت سے قدم باہر رکھنے کے کیا معنی ہیں۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ حقیقت شریعت بھی شروع اور سرے آگے نہیں گزرتی۔ اور لطیف نفی اور اخفی ایک نہیں پہنچتی اور شریعت سے باہر قدم رکھنے والے فی الحقیقت نفی اور اخفی ہی ہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو حضور سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات اتہا واکلہا کی متابعت پر ثابت رکھے۔

## مکتوب نمبر ۱۷۳

میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا:

ایک سوال کے جواب میں جو انہوں نے اٹھایا تھا۔ اور بعض عجیب اسرار کے بیان میں جو کہ طیب لا الہ الا اللہ کی نفی اور اثبات سے تعلق رکھتے ہیں۔

حمد و صلوة کے بعد جناب میادت پناہ کو معلوم ہونا چاہیے۔ آپ نے دریافت کیا تھا کہ جو کچھ دید و دانش میں آتا ہے اس کی کھلا کے نیچے لاکر نفی کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ مثبت مطلوب ذات حق ابدیدہ و دانش سے بلند و بالا ہے۔ تو اس کا زم آتا ہے کہ مشہور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نفی کے لائق ہو اور مطلوب مثبت اس کے ماسوا میں پایا جائے۔

اسے برادر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی بلند می شان کے باوجود بشر تھے۔ اور داغ حدوث و امکان سے متصف تھے۔ بشر خالق بشر کو کتنا پاسکتا ہے۔ اور ممکن واجب سے کیا اخذ کر سکتا ہے۔ اور حادث قدیم ذات علت غلطہ کا کس طرح اعاطہ کر سکتا ہے۔

لَا یَجِیظُونَ فِیْہِمْ عَلَیْہَا۔ لوگ علم سے اس کا اعاطہ نہیں کر سکتے۔

نص قاطع ہے۔ حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

نہی بہنی کہ شلے چوں چیمیسر نیافت او فقر کل تورنج کم بر  
تو نہیں دیکھتا کہ حضرت پیغمبر۔ یہاں سے بادشاہ بھی فقر کل نہ پاسکے لہذا اس معاطہ میں نہیں رنج  
کم کرنا چاہیے۔

اے عزیز میری مقام تفصیل چاہتا ہے۔ ہوش کے کانوں سے بات سننی چاہیے۔

جاننا چاہیے کہ کہ طیب لا الہ الا اللہ کے دو مقام ہیں۔ نفی اور اثبات۔ پھر نفی اور اثبات۔ ہر ایک کے دو اعتبار ہیں۔ اعتبار اول یہ ہے کہ آئہ باطلہ کے مستحق عبادت ہونے کی نفی کی جائے۔ اور عبود بحق کی عبادت کے







اور اعتبار ثانی میں کمال جس سے مقصود غیر مقصود باتوں کی نفی ہوتی ہے۔ یہ ہے کہ مرتبہ و جواب کا شہود بھی مراتب امکان کے شہود کی طرح لا کے تحت داخل ہو۔ اور جانب اثبات میں سوا کلمہ مستثنیٰ اس کے زبان سے ادا کرنے کے اور کوئی چیز موقوف نہ ہو۔

چہ گو تم باتوں از مرغے نشانہ کہ با عنقا بود ہم آشیانہ  
ز عنقا ہست نامی پیش مروم ز مرغ من بود آن نام ہم گم  
میں تجھے اسی پرندے کا کیا نشان بتاؤں۔ جو عنقا کے ساتھ ہم آشیانہ ہو۔ عنقا کا نام تو لوگوں کے سامنے ہے۔ میرے پرندے کا تو نام بھی گم ہے۔

حق بات یہ ہے کہ فطرت جندا اور اعلیٰ درجہ کی ہمت ایسے مطلب کی خواہاں ہوتی ہے۔ جس کا کچھ بھی ہاتھ میں نہ آئے۔ بلکہ جس کے سامنے اور اک تک گرد بھی نہ پہنچ سکے۔ آخرت میں دیدار الہی حق ہے۔ لیکن میں اس کی کیفیت کا تصور ہرگز نہیں کر سکتا۔ لوگ رویت اخروی کے وعدہ پر مسرور اور معطوف ہیں۔ لیکن میری گرفتاری تو صرف غیب الغیب ذات کے ساتھ ہے۔ میری ساری ہمت اسی کی خواہاں ہے۔ کہ ایک ہاں ہر بہ بھی مطلوب غیب سے شہادت کی طرف رخ نہیں کرتی۔ اور گوش سے آغوش تک نہیں پہنچتی۔ اور سامان علم سے عین کی طرف نہیں لاتی۔ کیا کیا مجھے پیدا ہی اس طرح کیا گیا ہے۔

ہر کے را بہر کامے ساختند کہ کسی کو کسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

میں اگرچہ اس مقام میں دیوانگی کی بہت سی باتیں رکھتا ہوں لیکن ادب کے باعث لب کشائی نہیں کر سکتا۔  
ظہر جَنُونِی مِیْ جَنِیْبِ ذِی فَنُونِ۔ میرا جنون ناز و ادائے محبوب کی وجہ سے ہے۔  
سمر بگذشت و عدیث در دما آخر ماند شب با خورشید کنوں کوتاہ کسٹم افسانہ را  
سمر ختم ہو گئی مگر ہمارے درد کی داستان ختم نہ ہوئی۔ رات اختتام پذیر ہو گئی لہذا میں اپنے افسانے کو مختصر کرتا ہوں۔

ہر قبیح بدایت اور مصطفیٰ علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات اتہا واکملہا کی متابعت کی پابند کرنے والے پر رحمت و سلامتی کا نزول جاری رہے۔

مکتوب نمبر ۱۷۲

خواجہ اشرف کوئی کی طرف صادر فرمایا:



اس بیان میں کہ اس راہ کے دیوانوں کو چاہیے کہ وہ اتنی سی معیت خداوندی پر مطمئن نہ ہو جائیں۔ اور اس قُربِ مابعد سے تسکین حاصل نہ کریں۔ بلکہ بعد نما قرب اور بھر کی طرح کا وصل تلاش کریں اور اس کے بیان میں کہ جو واقعات انہوں نے لکھا تھا وہ جی کا ظہور اور اس کا باطل تصرف تھا۔

میر سے ہوا و عزیز کا مکتوب موصول ہوا۔ چونکہ وہ فقراء کے ساتھ محبت سے خبر دیتا تھا۔ اور اس سے اس بلند مرتبہ گروہ کے حضور میں التماس ظاہر ہوتی تھی اس لئے خوشی اور فرحت کا موجب ہوا۔

الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ۔ انسان اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت

کرتا ہو۔

کو نقد وقت جانیں۔ لیکن یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اس راہ کے دیوانے صرف اتنی سی معیت پر ہی مطمئن ہو کر نہیں بیٹھ جاتے۔ اور قُربِ مابعد سے تسکین نہیں پاتے۔ بلکہ وہ اُس قُرب کو چاہتے ہیں جو بعد نما ہو۔ اور ایسے وصل کے طالب ہوتے ہیں جو بھر کی مانند ہو۔ مالِ مٹول اور تاخیر کرنے کو جائز نہیں رکھتے۔ اور بے کاری اور دیر لگانے کو بُرا جانتے ہیں۔ اپنے قیمتی وقت کو بے مورد ہناوٹوں میں صرف نہ کریں۔ اور سرمایہ عمر کو بے فائدہ طمع سازیلوں میں ضائع نہ کریں۔ اعلیٰ چیز کو چھوڑ کر دوسری شے کی طرف مائل نہ ہوں۔ اور پسندیدہ شے کو ترک کر کے بُری چیز کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اور چرب و شیریں لفظوں کے عوض اپنے آپ کو فروخت نہ کریں۔ اور باریک و خوشنما کپڑوں کے ساتھ بندگی کی لذت میسر نہیں آتی۔ شرم کرنا چاہیے کہ تخت شاہی کو نہاستوں سے آلودہ کریں۔ اور اس بات کو ننگ و عار جانیں کہ خدا تعالیٰ بل سلطانہ کی جاک میں لات و عزی کو شریک کریں۔ اے برادر بیہاں بارگاہِ خداوندی میں دینِ خالص کی ضرورت ہے۔ اَللّٰهُ السَّادِقُ الْخَالِصُ دُنَّ لَوْلَا شَيْءٌ هِيَ كَيْفَ خَالِصٌ دِينَ ہے اس بارگاہ میں شرک کے غبار کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔

لَيْتَ لِيْ اَشْرَكَتَ لِيْ خَبِيْطًا عَمَلًا۔ اگر تم بھی شرک کرو گے تو تمہارے عمل بھی ضائع ہو

جائیں گے۔

ایک گھڑی کے لئے اپنے اندر جھانک کر دیکھیں اگر دینِ خالص میں ہے تو تمہیں بشارت ہے۔ ورنہ اس عمارت کا علاج ہونا چاہیے۔ جو واقعات آپ نے لکھا تھا وہ جی کا ظہور اور اس کا باطل تصرف تھا۔ اس قسم کا ظہور اور تصرف طاہروں پر اکثر طود پر وارد ہوتا رہتا ہے۔ غم نہیں کرنا چاہیے۔

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيْفًا



اگر پھر اس قسم کا ظہور ہو تو کلمہ تہجد لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کے تکرار کے ساتھ اس خرابی کو دور کریں۔

ہر قبیح بدایت اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ و علی آلہ الصلوٰت والتسلیمات القہارہ کا گناہ کی متابعت اور پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا ہے۔

## مکتوب نمبر ۱۷۵

حافظ محمود کی طرف صادر فرمایا:

احوال کی تلویات اور تمکین کے حصول اور حدیث نبوی مع اللہ وقت کے معنی کے بیان میں۔

ہذا در بعض بنیہ کا مکتوب شریف موصول ہوا۔ آپ نے اپنی تلویات احوال کا تصور اساذکر کیا ہے۔ یہ بات آپ کے علم میں ہونی چاہیے کہ سالکوں کے لئے ابتداء و انتہا دونوں اوقات میں تلویات احوال کے بغیر چارہ نہیں۔ اس باب میں انتہائی بات یہ ہے کہ اگر تلویں دل پر وارد ہو رہی ہے تو وہ سالک اس باب قلوب میں سے ہے۔ اور اس وقت کے نام سے موسوم ہے۔ اور اگر قلب تلویں سے آگے نکل چکا ہے۔ اور احوال کی بندگی سے آزاد ہو چکا ہے۔ اور مقام تمکین میں پہنچ چکا ہے۔ تو اس وقت احوال متلوہ نفس پر وارد ہونگے جو قلب کے مقام پر اس کی جانشینی کے طور پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ تلویں تمکین کے حصول کے بعد ہے۔ اور اس تلویں والے کو اگر اب الوقت کہیں تو گنجائش ہے۔ اور اگر نفس فضل خداوندی علی سلاطین سے نفس بھی اس تلویں سے گزر چکا ہے۔ اور مقام تمکین و اطمینان تک پہنچ چکا ہے۔ تو اس وقت تلویات کا درود بدن پر ہے جو اربع عناصر سے مرکب ہے۔ یہ تلویں دائمی ہے۔ کیونکہ قالب بدن اس کے لئے تمکین خیر تصور ہے۔ اگرچہ وہ الطف لطائف کے رنگ سے رنگیں ہو چکا ہو۔ کیونکہ وہ تمکین جو اس رنگت کے راستے سے آتی ہے۔ وہ تابع ہو کر آتی ہے۔ اور احوال متلوہ کا درود بالاصالتہ ہوتا ہے۔ اور اعتبار اصل کا ہوتا ہے تابع کا نہیں ہوتا۔ اور اس مقام والا اخف خواص میں سے ہوتا ہے۔ اور فی الحقیقت اب الوقت بھی وہی ہو سکتا ہے۔ اور درود کائنات علیہ و علی آلہ الصلوٰت والتسلیمات کی حدیث مبارکہ لی مع اللہ وقت جو آپ نے نقل کی ہے۔ ایک جماعت نے اس وقت سے دائمی وقت نرا دلیا ہے۔ اور ایک دوسری جماعت نے غیر دائمی اور اس کا رجوع اس بیان کی طرف ہے۔ کیونکہ بعض لطائف کی نسبت وقت کا استمرار ہوتا ہے۔ اور بعض کی نسبت غیر استمرار۔ لہذا دونوں میں کوئی تعارض اور مخالفت نہیں۔ مختصر یہ کہ ظاہر کو روشنی شریعت کے ساتھ آراستہ رکھتے ہوئے باطنی سبق کے تکرار میں ہمیشہ مصروف رہیں۔



اندریں بھرے کرانہ چو غوک دست و پائے بزن چہ دانی بوک  
اس بے کنارہ سمندر میں مینڈک کی طرح ہاتھ پاؤں مار۔ شاہد اپنی منزل مقصود کو پا سکے۔  
میرے برادر عزیز مولانا محمد صدیق آگرہ میں ہیں۔ ان کی ملاقات کو غنیمت جانیں۔

## مکتوب نمبر ۱۷۶

علامہ محمد صدیق کی طرف سے اور فرمایا:

اس بیان میں کہ اوقات کی محافظت اس راہ کی ضروریات میں سے ہے۔ بے کار کاموں میں اوقات  
کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفوا

حدیث میں آیا ہے:

مِنْ كَسْبِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ اَشْتِغَالُهُ بِمَا  
يَعْنِيهِ وَاعْرَاضُهُ عَمَّا لَا يَعْنِيهِ۔  
انسان کے کسب اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ  
بامقصد کاموں میں مشغول ہو۔ اور بے مقصد کاموں  
سے اعراض کرے۔

لہذا اوقات کی محافظت کے بغیر چارہ نہیں۔ بے فائدہ کاموں میں وقت ہرگز ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ شعر  
خوانی اور قصہ گوئی کو دشمن کا حصہ قرار دے کر خاموشی اور باطنی نسبت کی حفاظت میں مشغول رہنا چاہیے۔  
اس راستے میں دوستوں کا اجتماع باطن کی جمعیت کے لئے ہوتا ہے۔ دل کو پراگندہ کرنے کے لئے جمع نہیں ہونا  
چاہیے۔ اس لئے انہوں نے خلوت پر انجمن کو ترجیح دی ہے۔ اور جمعیت کو اجتماع میں تلاش کیا ہے۔ وہ اجتماع  
جو تفرقے اور پراگندگی کا باعث ہو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ باطن کی جمعیت کے ساتھ جو جمع ہو جائے مبارک  
ہے۔ اور جو طیسرے آگے توڑ دے اور نامبارک ہے۔ ایسی زندگی گزارنی چاہیے کہ پاس بیٹھنے والی جماعت کو  
صحبت و مجلس سے جمعیت حاصل ہو۔ ایسی مجلس و صحبت نہیں ہونی چاہیے۔ جو تفرقے اور پراگندگی کا باعث  
ہو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ باطن سے جمعیت کے ساتھ جو جمع ہو جائے۔ اور گفتگو ترک کر کے سکوت و  
خاموشی کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ یہ زندگی آپس میں شعر گوئی کا وقت نہیں اور نہ باہمی بات چیت کا وقت ہے۔



چہ وقت مدرسہ و بحث کشف و کشف است یہ مدرسہ اور کشف اور تفسیر کشف کی بحثوں کا وقت نہیں۔

والسلام

## مکتوب نمبر ۱۷۷

جمال الدین حسین بخشی کی طرف صادر فرمایا :

اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعید ہم کی صاحب اور درست راہوں کے مطابق عقائد درست کرنے کی ترغیب میں۔

خواجہ جمال الدین حسین کو چاہیے کہ اپنی انکشتی جوانی کو تقویت عانیں۔ اور حتی الامکان اسے حق تعالیٰ جل و علا کی رضا کے کاموں میں صرف کریں۔ یعنی سب سے پہلے آرائے صحیحہ اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعید ہم کے تعاملاً کے مطابق اپنے عقائد درست کریں دوسرے نمبر پر احکام شرعیہ فقہیہ کے مطابق عمل کریں اور تیسرے نمبر پر بلند مرتبہ گروہ سرفیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم کے طریقہ سلوک کو اختیار کریں۔ جس کو اس بات کی توفیق مل گئی۔ اس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ اور جو اس سے رہ گیا تو وہ بالکل بین اور کھلے ہوئے خسارے میں پڑ گیا۔

خواجہ محمد صالح کے فرزندوں کی خدمت شکاری کو سعادت عظمیٰ عانیں۔ کیونکہ وہ فی الحقیقت خواجہ صاحب کی ہی مدد و اعانت ہے۔ کیونکہ خواجہ صاحب صاحب اقبال لوگوں میں سے ہے۔ مصلح ہم نے تجھے خزانہ مقصود کا نشان بتا دیا

والسلام

## مکتوب نمبر ۱۷۸

مرزا مظفر کی طرف صادر فرمایا :

ایک شخص کی سفارش اور سید عالمیان اور علامہ آدمیان علیہ و علی آلہ الصلوٰت والتسلیمات

کی متابعت کی ترغیب میں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عظیم عطا کرے۔ تمہاری شان بلند کرے۔ تمہارے کام آسان کرے اور تمہارا



سینہ فراخ کرے۔ بھرت سید المرسلین علیہ و علی آلہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ افطار نبوی سے موصوفت حضرت کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ کوئی انہیں احسان اور حسن معاشرت کی تلقین کرے۔ بلکہ نزدیک ہے کہ انہیں ایسی تلقین سودا و ب میں داخل ہو۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ انسان محتاجی اور ضرورت کے وقت ہر چیز اور معمولی شے کو تقاضے کی کوشش کرتا ہے۔ اور کمزور و لاغر چیز سے تسلی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس بنا پر فقیر محتاجوں کی دستگیری کرنے کے لئے آپ کی دوسری کا باعث بنا ہے۔

مخدوم و مکرم! احسان کرنا ہر جگہ قابل ستائش چیز ہے۔ خاص کر ان پر احسان کرنا تو بہت ہی اچھا ہے۔ ہر پڑوس کا قرب رکھتے ہیں۔ حضرت رسالت غایت عظیمہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کی اس قدر تاکید فرمائی کہ صحابہ کرام کو گمان گزرا کہ شاید پڑوسی کو وراثت میں بھی حصہ بنا دیا جائے گا۔

مثنوی: بچوں چنین با یکدیگر ہم سایہ ایم  
تو چو خورشیدی ما بچوں سایہ ایم  
چو بد سے لے مایہ بے مایگان  
گر نگاہ داری حق ہم مایگان

ترجمہ: جب ہم ایک دوسرے کے اس قدر نزدیک کی جسامتے ہیں۔ تو آفتاب کی طرح اور ہم سایہ کی طرح ہیں تو لے بے مایہ لوگوں کے مایہ اور پوچھی کنسی بات ہے اگر تو ہمسایوں کے حق کی نگہداشت کرے۔

والسلام

## مکتوب نمبر ۱۷۹

نصیحت میں میر عبد اللہ بن میر محمد نعمان کی طرف صادر ہوا:

میرے عزیز بہ فرزند ہمیشہ اپنے نام کی طرح توفیق یافتہ رہے۔ موسم جوانی کو غنیمت جانتے ہوئے علوم شرعیہ کی تحصیل اور ان کے مطابق عمل میں مشغول رہیں۔ اور اس بات کا اہتمام کریں کہ یہ قیمتی عمر بے فائدہ اور لایعنی کاموں میں صرف نہ ہو۔ اور لہو و لعب میں ضائع نہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمہارے والدہ جہد گوار چند روز تک تمہارے پاس پہنچ آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ان کے آنے کے متعلق ان کے متعلقین کو خبر دینا ہوگا۔ موصرح  
پدر خویش باش اگر مردی  
اگر مرد ہو تو اپنے باپ بہنو یعنی خود کفیل بنو

والسلام

مح



# مکتوب نمبر ۱۸۰

مخدوم زاد اکملی یعنی خواجہ ابوالقاسم کی طرف صادر فرمایا :

سلسلہ کچھ پیروں کے بعض اسمائے گرامی کے استفسار میں میں تم درپیدا ہوا تھا۔

مخدوم و مکرم! جو کچھ ہمارے حضرت خواجہ یعنی حضرت خواجہ محمد باقی علیہ الرحمۃ سے ہمارے ان پیروں کے اسمائے گرامی کی تحقیق کے بارے میں حضرت خواجہ خواجگی اکملی اور حضرت خواجہ احرار کے درمیان گزرے ہیں یہ سچ ہے کہ ان دو حضرات کے درمیان دو بزرگ گزرے ہیں۔ ایک حضرت خواجہ اکملی کے والد بزرگوار حضرت مولانا درویش محمد ہیں۔ اور دوسرے بزرگ حضرت مولانا محمد زاہد ہیں۔ جو حضرت مولانا درویش محمد کے ماموں ہیں۔ چند روز کی بات ہے کہ مشغیت پناہ خواجہ خاوند محمود ہمارے اس علاقہ میں تشریف لائے تھے۔ انہوں نے پہلی ملاقات میں ہی مولانا خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر شروع کر دیا اور کہا کہ مولانا کو کسی سے اجازت نہیں تھی۔

مولانا درویش محمد ظاہری و باطنی علوم کے جامع اور صوری و معنوی رموز و اسرار سے واقف تھے۔ جذبہ و استغراق کے اوصاف سے موصوف اور سخا و عطا میں معروف تھے۔ آپ نے چند برس زبردور یا نصت میں گزارے۔ اول تجرید و تفرید کی حالت میں دیرانی میں بسر کئے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کی رہنمائی سے خواجہ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر باطن کی تکمیل کی۔ شاہ میں وصال فرمایا۔

مولانا محمد زاہد فقر و تجرید و تفرید اور ورع و تقویٰ زہد و عبادت اور اتباع سنت میں بلند مقامات پر فائز تھے۔ حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پہنچنے سے چند برس پیشہ ریاضت و مہابہ میں استقامت مصروف رہے کہ اپنی آنکھ کو نیند سے آشنا نہ ہونے دیا۔ اور اشارہ غیبی کے تحت حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک ہی صحبت میں تکمیل ہو گئی اور خرقہ خلافت لے کر واپس وطن تشریف لے آئے۔

(سوانحی بدیع مجددیہ)

خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نسب میں چھ واسطہ سے خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ سے جاملتے ہیں۔ آپ نے باطنی نسبت خواجہ اسحاق وہ بیدی سے حاصل کی تھی۔ اس کے بعد آپ نے سیاحت اختیار کی اور کشمیر میں قیامت گزین ہوئے اور وہاں ایک خانقاہ تعمیر کی اور ترویج طریقت میں مصروف ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے سیاحت اختیار کی۔ اور یہیں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار پٹانوالا ہور میں انجینئرنگ یونیورسٹی کے جانب شمال محلہ بیگم پورہ میں لائے۔ اور یہیں وصال فرمایا۔



اسی بنا پر ابتداء میں کسی کو مرید نہیں کرتے تھے۔ اور آخر میں جاگیر پیری مریدی کا سلسلہ شروع کیا۔ انہیں کہا گیا کہ مولانا صاحب بزرگ تھے اور تمام ماوراء النہر کا علاقہ ان کی بزرگی کا قائل ہے۔ وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے تھے کہ بلا اجازت ابتداء عمر یا آخر عمر میں پیری مریدی کا سلسلہ شروع کرتے۔ ایسا کرنا خیانت میں داخل ہے جس کا ایک ادنیٰ مسلمان سے بھی گمان نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اکابر دینی ایسا کریں۔ اس کے بعد خواجہ غاوند محمود نے کہا کہ ایک روز مولانا درویش محمد صاحب خواجہ گلان وہ بیدری کی خدمت میں حاضر تھے۔ خواجہ گلان وہ بیدری خربوزہ تناول فرما رہے تھے۔ مولانا نے خربوزہ کھانے کی طلب کا اظہار فرمایا تو خواجہ وہ بیدری نے فرمایا تمہارا خربوزہ مکمل ہو چکا ہے ریختہ ہو چکا ہے مولانا نے فرمایا آپ گواہی دیتے ہیں کہ ہمارا خربوزہ درجہ کمال کو پہنچ چکا ہے۔ خواجہ گلان وہ بیدری نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا خربوزہ درجہ تمام و کمال کو پہنچ چکا ہے۔ اس وقت سے مولانا مرید کمنا شروع کیا۔ خواجہ غاوند محمود کی یہ نقل و روایت بھی بہت بعید معلوم ہوتی ہے۔ یہ بات نہیں ہو سکتی کہ مولانا صرف اتنی سی بات سے اپنے آپ کو شیخ تصور کر لیں اور لوگوں کو مرید بنانے کے واسطے جو ہا میں۔ اس کے بعد حضرت خواجہ غاوند محمود نے فرمایا کہ ان دو بزرگوں کا نام جو حضرت مولانا اور خواجہ احمد احرار کے درمیان نقل کیا جاتا ہے۔ اور دو نام بتائے جاتے ہیں درست نہیں ہیں۔ اور انہوں نے دو اور نام بتائے۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ سلوک میں مولانا درویش محمد کی نسبت اپنے ماموں سے نہیں۔ بلکہ کسی دوسرے شخص سے نسبت ہے۔ ان کی ان باتوں سے بڑا تعجب ہوا۔ اس ضرورت کے تحت آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ ان دو بزرگوں کے نام تحقیق کر کے لکھ بھیجیں تاکہ کسی کو گفتگو کی مجال نہ رہے۔ اور اجازت کی بات لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کی بزرگی ہی اس کا ثبوت اور معتبر گواہ ہے۔ تاہم اگر اجازت کے بارے میں بھی لکھ بھیجیں تو بہتر ہے تاکہ مقرر ضمیمہ کی زبان بند ہو جائے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت خواجہ غاوند محمود کا مقصود ان پریشان باتوں سے کیا تھا۔ اگر ان کا مقصود ان باتوں سے ہم بے سرمایہ فقرام کی زوردار طریقہ سے نفی تھی کیونکہ پیری کی نفی مرید کی نفی کو بلاشبہ مستلزم ہے۔ تو ہم بے سرمایہ لوگوں کی نفی کے بہت طریقے ہیں۔ کیا ضرورت تھی کہ اس غرض کے لئے بزرگوں کی نفی کی جائے۔ اور اگر ان کا مقصود

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱ واقع ہے۔ اس وقت یعنی ۱۳۹۵ھ میں محکمہ اوقاف مغربی پاکستان کے زیرِ تحویں ہے۔ مزار مبارک کا گنبد پہلے بہت خستہ ہو چکا تھا اب محکمہ نے دوبارہ اس کی مرمت کروائی ہے۔ اس کی دیکھو بھال کے لئے محلہ مقدر کیا ہے۔ محکمہ اوقاف کی تحویلیں آنے سے قبل مزار شریف سے محلہ مسجد بھی کس پیر سی کی حالت میں تھی۔ خطیب امام کا باقاعدہ انتظام نہیں تھا۔ محکمہ نے اس فاقہ کو بھی دور کر دیا ہے۔ اب پانچ وقت پابندی سے ہمارے کی نماز ہوتی ہے۔ اور رونا میں اضافہ ہو چکا ہے۔ محمد سعید احمد مترجم محفی عنہ



کچھ اور تھا اور صرف ان دو بزرگوں کی نفی مطلوب تھی تو یہ بھی غیر مستحسن ہے۔ جیسا کہ یہ بات ہر اس شخص پر پوشیدہ نہیں جو تھوڑی سمجھ بھی رکھتا ہے۔ اے اللہ! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو میٹھا نہ کر۔ اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلی آلہ الطہرات والتسلیمات۔ اور ہر قبیح ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

## مکتوب نمبر ۱۸۱

حضرت مخدوم زاہد یعنی میاں خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ سے سلامت رکھے اور محبتوں کے سروں پر تادیر اسے قائم رکھے اکی طرف صادر فرمایا:

ان کے اس استفسار کے جواب میں کہ اس کا سبب کیا ہے کہ میں مشائخ کی ایک جماعت کو دیکھتا ہوں کہ قرب الہی جل شانہ کے مراتب میں کم درجہ رکھتے ہیں حالانکہ مقامات زہد و تقویٰ وغیرہ میں بلند درجات پر فائز ہیں۔ اور مشائخ کرام کی ایک دوسری جماعت دیکھتا ہوں جو مراتب قرب میں فوقیت رکھتی ہے حالانکہ مقامات کم درجہ میں نیچے ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

میرے فرزند ارشد محمد صادق نے دریافت کیا ہے کہ اس کا کیا سبب ہے کہ میں مشائخ کی ایک جماعت کو دیکھتا ہوں کہ قرب الہی جل شانہ کے مراتب میں ادنیٰ درجہ رکھتی ہے۔ حالانکہ مقامات زہد و توکل، صبر و رضا میں ان کے درجات بلند معلوم ہوتے ہیں۔ اور مشائخ کی ایک دوسری جماعت کو دیکھتا ہوں کہ مراتب قرب میں درجہ بلند رکھتی ہے۔ اور مقامات زہد و توکل وغیرہ میں نیچے ہے۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ ان مقامات کی اکیلیت یقین کے زیادہ اتم ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اور یقین کا اتم ہونا جناب قدس خداوندی جل شانہ میں زیادہ نزدیک کے سبب سے ہے۔ پس یہ بات چند امور سے خالی نہیں یا تو ہماری کشفی نظر خطا کرتی ہے۔ کہ قریب کو بعید جانتی ہے۔ اور بعید کو قریب۔ یا ان مقامات کی اکیلیت کا سبب یقین کے علاوہ کوئی چیز ہے۔ یقین پر مرتب نہیں ہوتا جبکہ کسی دوسرے امر پر ہوتا ہے اہم اس کے جواب میں کہتے ہیں یقین پر ہی مرتب ہوتا ہے۔ جس قدر قرب زیادہ ہوگا یقین زیادہ ہوگا۔ اور ان مقامات پر اکیلیت کا سبب بھی یقین کا اتم ہونا ہے۔ کوئی اور امر نہیں اور نظر کشفی بھی صحیح ہے۔ غایہ مافی الباب یہ بات ہے کہ قرب کا حصول لطائف میں سے سب سے زیادہ لطیف کا کام ہے۔ پس یقین بھی انہی کا حصہ ہوگا اور ان مقامات کی اکیلیت جو کہ یقین کے اتم ہونے پر مرتب ہوتی ہے۔ اس وجہ سے وہ بھی انہی کو حاصل ہوگی۔ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی بزرگ قلت قرب کے باوجود لطیف ترین لطیفوں کے مقامات



میں اقامت گزینی ہو۔ اور سب سے ظاہر ترین لطیفہ و قالب کی طرف رجوع نہ کیا ہو۔ اور دوسرے کی بزرگی سے جو زیادہ قرب رکھتا ہے۔ مقامات مذکورہ میں اس سے اکمل ہو اور لطائف میں سے ظاہر ترین لطیفہ و قالب کی طرف رجوع کیا ہو۔ کیونکہ لطیفہ و قالب جب اس قرب سے محروم ہے۔ تو یقین بھی اس کا جہت نہیں ہے۔ تو ان مقامات کی اکیلیت کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ اور وہ بزرگ جس کا رجوع اس لطیفہ کی طرف ہے اُس نے بھی اس لطیفہ کا حکم اختیار کر لیا ہے۔ اور دوسرے لطائف کے یقینات جو پہلے حاصل ہو چکے تھے پوشیدہ ہو چکے ہوں۔ بخلاف اس بزرگ کے جس کا رجوع قالب کی طرف نہیں ہوا۔ اس کا حکم لطیف ترین لطیفہ کا حکم ہے۔ قرب و یقین اس کے حق میں مضبوط و مستحکم ہو چکا ہے۔ اور درپوش نہیں ہوا۔ پس لازمی طور پر وہ مقامات مذکورہ میں اتم اور اکمل ہو گا۔ لیکن جاننا چاہیے کہ صاحب رجوع جس طرح قرب و یقین میں اکمل ہے۔ مقامات میں بھی اکمل ہے۔ لیکن اس کے ان کمالات کو پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اور دعوت خلق کی خاطر اور مخلوق کے ساتھ حصول مناسبت کے لئے جو فائدہ دینے اور فائدہ حاصل کرنے کا سبب ہے، اس کے ظاہر کو عوام الناس کے ظاہر کی طرح کر دیا گیا ہے۔ اصل کے اعتبار سے یہ مقام انبیاء مرسل کہے۔ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔ اس لئے حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اطمینان قلب طلب کیا۔ اور یقین کے حصول میں عوام الناس کی طرح آنکھ سے دیکھنے کے محتاج ہوئے۔ اور حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنِّیْ یَحْیٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ مَبْعُودٌ مَّوْتٌہَا اللہ تعالیٰ اس بستی کو دوبارہ کیسے زندگی عطا کریگا

اور جس نے رجوع نہیں کیا اُس نے اپنے یقین سے یوں کہا کہ اگر پروردگار اٹھ جائے تو بھی میرے یقین میں بڑے اضافہ نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کلام ہے تو اس پر محمول کرنا چاہیے کہ یہ آپ کا رجوع الی الخلق سے پہلے کا کلام ہے۔ کیونکہ رجوع کے بعد صاحب رجوع عامتہ الناس کی طرح حصول یقین میں دلائل و براہین کا محتاج ہوتا ہے۔ اس درویش کے لئے رجوع سے قبل علم کلام کے تمام مقتضات بدرجہ ہو چکے تھے۔ اور محسوسات سے زیادہ ان کا یقین تھا۔ لیکن رجوع کے بعد وہ یقین درپوش ہو گیا تھا۔ اور عامتہ الناس کی طرح دلائل و براہین کا محتاج ہو گیا۔

چنانکہ پرورشیم مید ہند میر ویم میری جس طرح پرورش کرتے ہیں اسی طرح بڑھتا اور

نوردار ہوتا ہوں۔

والسلام

لے سورہ بقرہ پارہ تک الہ سل

لے یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔



## مکتوب نمبر ۱۸۲

مکالمہ کو لابی کی طرٹ صادر فرمایا :

حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث پاک کے بیان میں کہ آپ نے اپنے بعض صحابہ کرام کو جنہوں نے بڑے خیالات اور وسوسے آنے کی شکایت کی تھی فرمایا ذالک من الایمان و یہ چیز ایمان میں سے ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں ۔

درودیشوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی کہ طالبوں کے وسوسوں اور خطرات کی بات چل پڑی ۔ اس ضمن میں ایک حدیث ذکر ہوئی کہ خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے بعض اصحاب نے آنسور علیہ الصلوٰۃ و سلام کی خدمت میں بڑے خیالات اور وسوسوں کی شکایت کی ۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ۔ ذالک من الایمان ۔ یہ چیز کمال ایمان سے ہے ۔ اس وقت اس فقیر کے دل میں حدیث پاک کے یہ معنی آئے ۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال ۔ کمال ایمان کمال یقین سے عبارت ہے ۔ اور کمال یقین کمال قرب پر مرتب ہوتا ہے ۔ اور جس قدر قلب اور اس سے اوپر کے لطائف کو قرب الہی مل شانہ زیادہ حاصل ہوگا ۔ ایمان و یقین میں بھی اضافہ ہوگا ۔ اور قلب سے اس کی بے تعلقی اور بڑھ جائے گی ۔ اس وقت دل میں خطرات زیادہ مقدار میں ظہور نہ پریں گے ۔ اور نامناسب وسوسے آئیں گے ۔ لہذا بڑے خطرات کا سبب کمال ایمان ہے ۔ تو نہایت انتہائی کے غتہی حضرات کو جس قدر بڑے خطرات زیادہ نما و زمانا مناسب ہوں گے ایمان کی اکلیت بھی زیادہ ہوگی ۔ کیونکہ کمال ایمان الطیف لطائف کی لطیفہ قلب کے ساتھ مکمل بے مناسبتی کا تقاضا کرتا ہے ۔ اور یہ بے مناسبتی جس قدر زیادہ ہوگی قلب زیادہ خالی ہوگا ۔ اور غفلت و کدورت کے زیادہ نزدیک ہوگا ۔ اور اس میں وسوس و خطرات کا درود زیادہ ہوگا ۔ لیکن عتدی اور متوسط کا یہ حال نہیں اس لئے اس طرح کے وسوس و زہر قاتل ہیں اور اس کے باطنی مرض کو زیادہ کرنے والے ہیں ۔ لہذا بات سمجھنے میں کوتاہی کرنے والوں میں سے نہ بنو ۔ یہ معرفت اس درویش کے واقعی معارف میں سے ہے ۔ اور ہر منبع ہدایت اور متابعت مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ و سلام کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہو ۔

ح



## مکتوب نمبر ۱۸۲

ما معصوم کا بلی کی طرف صادر فرمایا :

نصیحت کی باتوں میں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والحقیر کے راستے پر استقامت عطا فرما کر کلیتہاً اپنی جناب قدس کا گرفتار بنائے۔ اُمید ہے کہ مختلف تعلقات اور پراگندہ توجہات جنہوں نے ظاہر پر غلبہ حاصل کیا ہوا ہے باطنی نسبت میں مانع نہیں ہوں گی۔ اس کے باوجود سعی و کوشش کریں کہ ظاہری پراگندگی میں بھی شخصیت ہمزہ ایسا نہ ہو کہ باطن تک بھی سرایت کر جائے۔ اور مطلب تک پہنچنے میں رکاوٹ ہی جائے عَنَّا اِذَا بِاللّٰہِ سَجَدَہِ مِنْ ذَالِکَ وَاِسْ سے اللہ سبحانہ کی پناہ اور دنیا و جو کچھ دنیا میں ہے اس الٹی نہیں کما اپنی قیمتی عمر صرف کر کے اس کو حاصل کرے۔ بتانا شرط ہے۔ خواب خرگوش میں کب تک رہو گے۔

لے سر لے دباغ تو زندان تو خان و مان تو بلائے جان تو

لے شخص تیری سرائے اور تیرا باغ تیرے لئے قید خانہ ہے (تو اس کی محبت میں گرفتار ہے) تیرا مال و دنیا

تیرے لئے وبال جان ہے۔

موت سے پہلے اگر کام کر لیا تو نبھا ورنہ خرابی ہی خرابی ہے۔ باطنی سبق کو عزیز جاننا چاہیے۔ اور جو کچھ اس

کے منافی ہے اسے دشمن سمجھنا چاہیے۔

ہرچہ جز عشق خدا ہے احسن است

خدا ہے احسن کے عشق و محبت کے سوا جو کچھ ہے چاہے شکر کھانے کا فعل ہی کیوں نہ ہو جان کو ہلاک ہی کن ہے۔

ما علی الرسول الا البلاغ

قاعد پر صرف پیغام پہنچانا ضروری ہے۔

والسلام

## مکتوب نمبر ۱۸۲

قلیج اللہ کی طرف صادر فرمایا :

حضور سید المرسلین علیہ و علی آلہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام والحقیر کی متابعت کی ترغیب میں۔



میرے فرزند عزیزین کا مکتوب مرغوب جو محبت و اخلاص سے تحریر فرمایا تھا۔ میرے خواجہ نے بہنچایا۔ فرحت کا موجب ہوا۔ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ کاموں کے کرنے کی توفیق عطا کرے۔ ہجرت النبی اور ہجرت آپ کی بزرگ آل کے علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا۔

لے فرزند جو کچھ کل کام آئے گا وہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی متابعت ہے۔ احوال و مواجید علوم و معارف، اشارات و رموز اگر اس متابعت کے ساتھ جمع ہو جائیں تو فیہا۔ اور بہت اچھے ہیں۔ ورنہ استدراج اور خرابی کے سوا کچھ نہیں۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کو وصال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا۔ اور ان کا حال پوچھا۔ حضرت جنید نے اس کے جواب میں کہا۔ حقائق و معارف کے بیان میں سب عبارتیں بے کار گئیں۔ اشارات فنا ہو گئے۔ اور نصف رات کے وقت جو رکعات ہم پڑھتے تھے ان کے سوا کسی نے ہم کو نفع نہ دیا۔ تو تم پر حضور اور آپ کے خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت لازم کرنا لازم ہے۔ اور قولاً عملاً اعتقاداً حضور کی شریعت کی مخالفت سے بچنا۔ کیونکہ آپ کی متابعت لازم نہ گنت ہے۔ اور آپ کی مخالفت نحوست اور بربادی ہے۔

جو رسالہ آپ نے ارسال فرمایا تھا موصول ہوا۔ بعض مقامات سے اس کا مطالعہ کیا بہت پسند آیا۔ لیکن ایک اور کام تصنیف و تالیف سے بھی زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اس میں مشغول و مصروف ہونا زیادہ مناسب اور زیادہ اولیٰ ہے۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۱۸۵

ایک شخص کی سفارش کے سلسلے میں منصور عرب کی طرف صادر فرمایا:

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستے پر استقامت عطا فرمائے۔ اور تہاری ساری ہمت اپنی ذات قدس کی طرف پھیرے۔ جو کچھ ہم اور تم پر لازم ہے۔ غیر حق تعالیٰ کی گرفتاری سے دل کو سالم اور محفوظ رکھنا ہے۔ اور یہ سلامتی اس صورت میں عیسر آتی ہے کہ غیر حق کے خیال کا گزر دل پر سرگز نہ رہے۔ اگر فرضاً ہزار برس زندگی و فاکرے تو بھی دل میں غیر حق کا خیال نہ گزرے۔ اس نسیان کے باعث جو دل کو حق تعالیٰ کے ماسوا سے حاصل ہو چکا ہے۔ ظہار نیست و غیر این ہمہ یہی اصل کام بھی ہے اس کے سوا سب بیک ہے۔ دوسری لائق بیان بات یہ ہے کہ مولانا فاضل سرہندی جو آپ کی خدمت علیہ میں حاضر ہے۔ اس کا آپ سرہندی میں ہے اس کی یہ آرزو ہے کہ اپنے بڑے اور ضعیف



و غری کے ایام میں اپنے بیٹے کی ملاقات سے مسرور اور خوش ہو۔ اس بنا پر اس نے اس سلسلہ میں آپ کو تکلیف دینے کے لئے فقیر کو رسید بنایا ہے۔ معاملہ آپ کے قبضہ میں ہے بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

واستلام

## مکتوب نمبر ۱۸۶

خواجہ عبدالرحمن مفتی کابلی کی طرف صادر فرمایا:

مناہجۃ سنت پر انجھارنے اور بدعت سے بچنے اور اس بیان میں کہ ہر بدعت مکرہی ہے۔

ربندہ عاجز، حق سبحانہ و تعالیٰ سے تضرع، تضرعی، التماس، محتاجی، ذلت، انکساری کے ساتھ پوشیدہ اور ظاہر طور پر سوال کرتا ہے کہ جو کچھ دین میں بنایا پیدا ہوا ہے۔ اور نیا ایجاد ہوا ہے۔ جو زمانہ خیر البشر اور آپ کے خلفائے راشدین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے زمانہ میں نہیں تھا۔ اگرچہ وہ چیز روشنی اور چمک و مک میں سفید صبح کی طرح ہو اس ضعیف بندے کو اس گروہ کے ساتھ جس نے اس کو اختیار کر لیا ہے اس نئے عمل کا گرفتار نہ کرے۔ اور اس نئی ایجاد شدہ چیز کے حسن پر فریفتہ نہ کرے۔ بھروسہ سید المختار و اکابر اہل بار علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

کہنے والوں نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم ہے۔ حسنہ اور سیئہ۔ حسنہ اس نیک عمل کا نام رکھتے ہیں جو حضور اور آپ کے خلفائے راشدین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ائمہ و من التبیات اکملہا کے زمانہ کے بعد پیدا ہوئی ہے اور کسی سنت کو اٹھانے اور دور کرنے والی نہ ہو۔ اور سیئہ اس کو کہتے ہیں جو سنت کو مٹانے اور دور کرنے والی ہو۔

یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت کے اندر حسن و نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا۔ اور غفلت و کدورت

حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکتوبات میں بدعت سے بچنے اور اس سے دور رہنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ اور بدعت اور بدعتی لوگوں کی مذمت کی ہے۔ آپ نے جو لکھا ہے بالکل حق اور صحیح لکھا ہے۔ لیکن مخالفین اہل سنت اپنے مخصوص نظریات کے تحت حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ کے موقف و مسک کو غلط رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں اور بدعت سے متعلق اپنے مسک کی تائید و حمایت میں حضرت شیخ قدس سرہ کی عبارات کو پیش کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو بہکاتے ہیں۔ لہذا آپ کے مسک و موقف کی وضاحت



کے سوا کسی شے کا احساس نہیں ہوتا۔ اگر فرضاً آج مبتدع کے عمل کو ضعف بشارت کے باعث طراوت و تازگی کی شکل میں دیکھتے ہیں تو کل جب کہ نظر تیز کر دیں گے تو پتہ چل جائے گا کہ خسارے اور ندامت کے سوا اس کا کچھ نتیجہ نہیں تھا۔ بیست

بروقت صبح شروع ہوا پھر روز معلومت کہ باکہ باختر عشق و شب و بھر  
صبح کے وقت روز روشن کی طرح تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تُو نے شبِ ایک میں کس کے ساتھ رشتہ عشق جوڑ  
رکھا تھا۔

رفیقہ عاشیہ صفحہ ۱۰۴ ضروری ہے۔ اس سلسلے میں علماء کرام نے جو کچھ لکھا ہے مختصراً یہاں درج کیا جاتا ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ دیانت و انصاف کی نگاہ سے اس کا مطالعہ فرمائیں۔ علامہ محمد مدظلہ کی محنتی مکتوبات شریف اس مقام پر عاشیہ میں لکھتے ہیں:

۱۱) ولا يخالف قوله في ذلك قول العلماء الاسلاف رحمهم الله حيث قسموا البدعة  
على حسنة وسيئة وارادوا بالחסنة ما يكون له اصل في الصدر الاول ولو اشارة  
بكتا المنائر والمدارس والرباطات ومناديين الكتب وترتيب الدلائل ونحو  
ذلك والسيئة ما ليس له اصل فيه اصلاً فالاعمام قدس سره لا يطلق اسم البدعة  
على القسم الاول لوجود اصله في الصدر الاول فلا يكون مبتدعاً ومحدثاً بل منحصراً  
بالقسم الثاني فقط لكونه مبتدعاً ومحدثاً حقيقة ولقوله صلى الله تعالى عليه وسلم كل  
بدعة ضلالة والتزاع بينهما الفلأعنى في اطلاق اسم البدعة على القسم الاول  
وعدم اطلاقه۔

ترجمہ: اور اس بارے میں آپ کا قول علمائے اسلاف رحمہم اللہ کے اس قول کے مخالف نہیں کہ بدعت کی دو قسمیں  
کی ہیں حسنة اور سيئة۔ وہ بدعت حسنة سے ایسی شے مراد لیتے ہیں جس کی صدر اول میں اصل موجود ہو اگرچہ  
اشارۃ ہی ہو جیسے مسجدوں کے مناروں، مدارس اور مسافر خانوں کی تعمیر اور کتابوں کی تدوین اور دلائل کی ترتیب  
اور اسی طرح کی اور چیزیں۔ اور بدعت سيئة سے ایسی چیز مراد لیتے ہیں جس کی صدر اول میں بالکل اصل  
موجود نہ ہو تو امام ربانی قدس سرہ قسم اول پر بدعت کے نام کا اطلاق نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کی اصل صدر اول  
میں موجود ہوتی ہے۔ لہذا وہ چیز بدعت اور محدث نہیں۔ بلکہ آپ بدعت صرف قسم ثانی کو قرار دیتے ہیں۔  
کیونکہ وہی بدعت اور محدث ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ تو



حضرت سید البشر علیہ وآلہ وسلم کی وصیہات فرماتے ہیں:

مَنْ أَخَذَ فِي أَمْرِي هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ كَذِبٌ - اور مجھ کی وصیہات میں سے جو چیز نکالی جو  
جس نے ہمارے اس دین میں وہ چیز نکالی جو  
اس میں نہ ہو تو وہ شے مرتد ہے۔

والفقیہ عاصم بن عمر (۱۰۵) علمائے اسلام اور حضرت شیخ مہدی علیہ السلام کے درمیان کئی دفعہ گفتگو ہوئی کہ قسم اول پر بدعت کا اطلاق  
ہوتا ہے یا نہیں۔

(۱۲) حضرت شیخ محمد بن عبد الوہاب قدس سرہ مقامات سعیدہ میں فرماتے ہیں:

البدعة الحسنة عند الامام الرباني قدس سرہ داخله في السنة ولا يطلق عليها  
اسم البدعة بموجب كل بدعة ضلالة والنزاع لفظي بين العلماء القائلين  
بوجوب الحسن في البدعة -

ترجمہ: بدعت حسنہ امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک سنت میں داخل ہے اور آپ بموجب حدیث کل بدعة ضلالة اس  
پر بدعت کا اطلاق نہیں فرماتے۔ تو اس بارے میں آپ اور دوسرے علمائے کرام کے درمیان جو بدعت حسنہ کے  
قائل ہیں نزاع لفظی ہے۔

(۱۳) فكل بدعة لم تخالف السنة وهي البدعة الحسنة عند العلماء داخله عند الامام الرباني  
قدس سرہ في السنة۔

ترجمہ: تو ہر بدعت جو مخالفت سنت نہ ہو اور علماء کے نزدیک وہی بدعت حسنہ ہے۔ اور امام ربانی کے نزدیک وہ  
سنت میں داخل ہے۔

(۱۴) شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انجاء الحاجۃ عاصمہ ابی ماجہ میں حدیث من احدث في امرنا بهذا  
ما ليس منه الخ کے تحت فرماتے ہیں:

ای ما ليس من وسائله فان الوسيلة داخله في السنة ولا يطلق عليها  
اسم البدعة عند علماء رضی اللہ عنہ لیس عنہا حسن السنة۔

ترجمہ: یعنی وہ چیز جو دین کے وسائل میں سے نہ ہو کیونکہ شے کا وسیلہ اور ذریعہ اس میں داخل ہوتا ہے۔ اسی لئے  
شیخ محمد رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ علوم جو دین کے وسائل ہیں جسے صریح و غیر سنت میں داخل ہیں اور آپ  
اس پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے۔ کیونکہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت میں کوئی حسن اور خوبی نہیں۔



جو چیزیں وہ جو اس میں تھیں کہاں سے آسکتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔  
 اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ و  
 خیر الہدی - ہدی محمد و شر الامور  
 محدثاتها و کل بد عنہ ضلالۃ۔  
 بعد محمد و صلوة ہیں۔ بیشک بہترین بات کتاب اللہ  
 ہے اور سب سے بہتر سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی سیرت ہے۔ اور چیزوں میں سب سے بدتر  
 باتیں ہیں اور ہر نئی چیز گمراہی ہے۔

دوسری جگہ آپؐ نے فرمایا :

او صیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعة  
 وان کان عبدا حبشیاً فانہ من یعش  
 منکم بعدی فیسری اختلافاً کثیراً فاعلیکم  
 بسنتی و سنت الخلفاء الراشدین  
 الہدیین تمسکوا بہا و عصوا عنہا  
 بالنواجد۔ وایاکم و محدثات الامور  
 فان کل محدثۃ بد عنہ و کل بد عنہ  
 ضلالۃ۔  
 اے لوگو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، اس کی بات  
 سننے اور اس کی عزت و فرمانبرداری کی تلقین  
 کرتا ہوں۔ اگرچہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ  
 ہو۔ کیونکہ جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ  
 عنقریب بہت اختلاف دیکھے گا تو تم میری اور  
 میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو  
 لازم پکڑو۔ اور اسے مضبوطی سے تھامو۔ اور اسے  
 اپنی ٹانگوں سے پھکی سے پکڑو۔ اور نئے نئے امور  
 سے بچنا پس بیشک ہر نئی چیز بدعت ہے اور  
 ہر بدعت گمراہی و ضلالت ہے۔

دفعہ ہاشم ص ۱۰۶ نیز معمولات اہل سنت کے مطابق حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ اپنے پیرو مشد کی مجلس عرس شریف  
 میں شریک ہوتے تھے۔ حضرات القدس جلد دوم ص ۱۰۶ پر ہے کہ آپ تقریب عرس حضرت خواجہ قدس صرف دہلی شریف  
 آئے۔ آپ نے خود اپنے مکتوبات شریف کے دفتر اول جلد دوم ص ۱۱۱ میں فرمایا ہے۔

در ایام عرس حضرت خواجہ جیو قدس صرف حضرت  
 دہلی رسیدہ بخاطر داشت کہ در ملازمت علیہ نیز  
 برسد و درین اثنا خبر کوچ شتر گشت بضرورت  
 توقف نمود۔  
 حضرت خواجہ جیو قدس صرف کے عرس شہاد کے ایام  
 میں فقیر دہلی آیا۔ ارادہ تھا کہ حضرت شیخ فرید کی  
 خدمت عالی میں بھی حاضر ہوں۔ آٹھ کی تیاری میں  
 تھا کہ آپ کے تشریف سے جانے کی خبر مشہور ہوئی  
 تو ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔



تو جب دین میں برائی چیز بدعت ہے اور بدعت منکرات و گمراہی ہے۔ تو بدعت میں اچھائی کسے ہونے کے کیا معنی۔ نیز احادیث سے جو کچھ سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ ہر بدعت رافع سنت ہے۔ لہذا بعض بدعات سے تخصیص کی کوئی گنجائش نہیں۔ پس ہر بدعت سیئہ ہی ہوگی۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

مَا أَخْدَثَ قَوْمٌ بَدْعًا إِلَّا سُرِفَ  
مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمْسُكُ بِسُنَّتِي  
خَيْرٌ مِنْ إِخْدَاطِ بَدْعَةٍ۔

کوئی قوم بدعت جاری نہیں کرتی مگر اس کی مثل سنت اٹھالی جاتی ہے۔ تو سنت کو مضبوطی سے  
تھا مبادعت جاری کرنے سے بہتر ہے۔

رمضان احمد

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

مَا أَتَدَّعَ قَوْمٌ بَدْعًا فِي دِينِهِمْ  
إِلَّا نَزَّحَ اللَّهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا شَمًّا  
لَا يُعِيدُهَا إِلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

کوئی قوم اپنے دین میں بدعت جاری نہیں کرتی  
مگر اللہ تعالیٰ اس کی مثل سنتوں سے پھینک دیتا  
ہے پھر قیامت تک وہ سنت انہیں واپس عطا  
نہیں کرتا۔

ردادی شریف

جانتا چاہیے کہ بعض بدعات جنہیں علماء اور مشائخ بدعت حسنہ کہتے ہیں جب ان کا خوب مطالعہ کیا جائے۔  
تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بھی رافع سنت ہیں۔ مثلاً میت کے کفن میں عمامے کو انہوں نے بدعت حسنہ کہا ہے حالانکہ

وبقیہ ماشیہ صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴



یہ بدعت بھی رافع سنت ہے۔ کیونکہ اس سے کفن کے تین کپڑوں میں تین کے عدد کا نسخہ ہے۔ اور نسخہ عین رافع ہے یوں ہی مشائخ نے دستار کے شلے کو دائیں جانب چھوڑنے کو مستحسن کہا ہے۔ حالانکہ اس بارے میں سنت یہ ہے کہ پشت پر دونوں کاغذوں کے درمیان ہو۔ تو ظاہر ہے کہ یہ بدعت بھی رافع سنت ہے۔ نیز علماء نے جو نیت نماز میں کہا ہے کہ دل سے نیت کے اور زبانی نیت کرنا بھی مستحسن ہے۔ حالانکہ زبان سے نیت کرنا حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے نہ صحیح روایت سے ثابت ہے اور نہ ضعیف روایت سے اور نہ صحابہ کرام اور تابعین عظام سے یہ ثابت ہے کہ وہ زبان سے بھی نیت کرتے تھے۔ بلکہ دستور یہ تھا کہ جب اقامت ہوتی تھی تو ساتھ ہی وہ تکبیر تحریر یہ کہتے تھے۔ تو زبان سے نیت کرنا بھی بدعت ہے۔ اور علماء نے اس بدعت کو بھی حسن کہا ہے۔ اور یہ فقیر جانتا ہے کہ یہ بدعت سنت تو کہا فرض کے خاتمے کا بھی باعث ہے۔ کیونکہ زبان سے نیت کے ہائز ہونے کی صورت میں اکثر لوگ زبان سے نیت پر ہی کفایت کر بیٹھیں گے۔ اور دل کی غفلت کی کچھ پرواہ نہ کریں گے۔ پس اس ضمن میں نماز کے فرائض میں سے ایک فرض نیت قلبی بھی چھوٹ جاتی ہے۔ اور اس سے نماز ہی فاسد ہو جاتی ہے۔ یہی حال باقی بدعات اور محرمات کا ہے۔ کہ یہ سب کسی نہ کسی طرح سنت پر زیادتی ہے۔ اور زیادتی نسخ ہے اور نسخ رافع ہے۔ لہذا تم پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت کی متابعت کے ہی پابند رہو۔ اور آپ کے صحابہ کرام کی اقتدا پر ہی کفایت کرو۔ کیونکہ صحابہ کرام ہدایت کے ستارے ہیں۔ تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ باقی رہا قیاس اور اجتہاد فقہی تو وہ بالکل بدعت نہیں بلکہ وہ نفوس کے معنی کو ظاہر و واضح کرتا ہے کسی نئی چیز یا لائق چیز کو ثابت نہیں کرتا۔ تو اسے اصحاب بصیرت عبرت بکھڑو۔ اور ہر شیعہ ہدایت اور حضرت مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی متابعت کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

## مکتوب نمبر ۱۸۷

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں طریق رابطہ و تصور شیخ، مقصود ایک پہنچانے والے راستوں میں سب سے زیادہ قریب

ہے۔ اور اس بیان میں کہ رابطہ و تصور شیخ، مرید کے لئے ذکر الہی کرنے سے بھی زیادہ نافع ہے۔

جو مکتوب آپ نے دوستوں کو لکھا تھا، نظر میں آ رہا ہے اور تحریر شدہ حالات سے واقفیت ہوئی۔

جانتا چاہیے کہ بناوٹ اور تکلف کے بغیر شیخ سے رابطے کا حصول پر مرید کے درمیان مناسبت تمام کی نشانی



ہے۔ جو افادے اور استفادے کا سبب ہے۔ اور کوئی راستہ بھی طریق رابطہ و تصویب شیخ سے زیادہ قریب نہیں۔ دیکھیں یہ دولت کس سعادت مند کو عطا کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ احرار قدس اللہ تعالیٰ مسرۃ العزیز اپنے مافوظات میں فرماتے ہیں حظ سایہ رہبر بہ است ذکر حق۔ رہبر کا سایہ ذکر حق کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ زیادہ بہتر کہنا نفع کے اعتبار سے ہے۔ یعنی مرید کے لئے رہبر کا سایہ اس کے ذکر حق کرنے سے زیادہ نفع مند ہے۔ کیونکہ مرید اس وقت مذکور یعنی اللہ جل و علا کے ساتھ کامل مناسبت حاصل نہیں ہوتی تا کہ براستہ ذکر اسے مکمل نفع حاصل ہو۔ والسلام اولاً و آخراً۔

## مکتوب نمبر ۱۸۸

خواجہ محمد صدیق بدخشی کی طرف صادر ہوا :

ان مسائل کے حل میں جو اس نے دریافت کئے تھے۔

میرے برادر عزیز کا مکتوب مرغوب موصول ہوا۔ آپ نے تین امور کے متعلق دریافت کیا ہے۔ اے محبت کے نشانات والے۔ مرتبہ قلب میں بعض لطائف کا پوشیدہ رہنا صرف ان لطائف پر ہی بند ہے جن کا قلب متفحص ہے۔ وہ لطائف اس میں پوشیدہ نہیں ہیں جو قلب سے ماوراء ہیں۔ کیونکہ ان کے قلب میں پوشیدہ ہونے کے کچھ معنی نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ شخص جس کی استعداد مرتبہ قلب یا روح تک ہے۔ پر حیا نہ صرف تصرف اسے مراتب فوق تک لے جاسکتا ہے۔ لیکن یہاں ایک باریک بات ہے کہ جو دروہ و بات چیت سے تعلق رکھتی ہے۔ تقریباً اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ نیز ایک بات یہ ہے کہ جب ظاہر باطن کا رنگ اختیار کرے اور باطن ظاہر کے رنگ سے رنگیں ہو جائے۔ تو کیا مشکل ہے کہ ظاہر کے احکام باطن میں اور باطن کے احکام ظاہر میں نمایاں اور پیدا ہو جائیں۔

والسلام

## مکتوب نمبر ۱۸۹

شرف الدین حسین بدخشی کی طرف صادر ہوا :

اس بیان میں کہ بے فائدہ تعلقات میں گرفتار ہونے کے باوجود فقرائے کی یاد ان کے ساتھ

شدید مناسبت اور تعلق کا اظہار کرتی ہے۔ اور دینی دنیا پر فریفتہ نہیں ہونا چاہیے۔ اور باطنی سبق



کو تمام کاموں سے عزیز رکھنا چاہیے۔ اور اس بیان میں کہ احکام شریعت سے سرتابی نہیں کرنی چاہیے بلکہ پورے احسان اور عجز و ذاری سے انہیں قبول کرنا چاہیے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان کیا الحمد للہ صاحب العالمین والسلام علی سید المرسلین وآلہ الطاہرین اجمعین۔ عزیز و ارشد و فرزندانہ بندہ شرف الدین حسین کا مکتوب شریف موصول ہو کر موجب فرحت و تازگی ہوا۔ یہ کہی بڑی نعمت ہے کہ بے فائدہ گرفتاریوں اور مصروفیتوں کے باوجود فقراء و فکراؤں کی یاد و ذہن سے محو نہیں ہوئی۔ اس یاد سے شدت مناسبت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور یہی چیز افادہ اور استفادہ کا سبب ہے۔ بعض واقعات جو آپ نے درج کئے تھے۔ اچھے اور عمدہ ہیں اور باطنی ارتباط پر قوی دلیل ہیں۔

لے فرزند کمسنی دنیا کی طراوت و تازگی پر فریفتہ نہ ہونا۔ اور اس کے بے معنی کر و فریب عاشق نہ ہونا۔ کیونکہ بے حقیقت اور بے اعتبار ہے۔ آج اگر یہ معنی ذہن میں نہیں آتا کل ضرور آجائے گا۔ لیکن اس وقت کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

گوشش از بار درگاہ شدہ است نشو و نما و نفسِ مبرا  
اس کے کان موقیوں کے زبور سے بھاری ہوئے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ میرے نامے اور فغان کو نہیں سنتے  
چاہیے کہ باطنی سبق کو خداوند تعالیٰ اجل شانہ کی عظیم نعمتوں سے جانتے ہوئے اس کے تکرار پر فریفتہ اور حریفیں رہیں۔ اور پانچ وقت کی نماز سستی اور کوتاہی کے بغیر باجماعت ادا کرتے رہیں۔ اور چالیس روپے میں سناٹہ کا احسان جانتے ہوئے فقراء اور مساکین کو دیں۔ اور حرام اور مشکبہ چیزوں سے اجتناب اور پیہیز کریں۔ اور مخلوقات پر مشفق اور مہربان رہیں۔ نجات اور مستگاری کا طریقہ یہی ہے۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۱۹۰

میر محمد نعمان بدخشی کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کی طرف صادر ہوا :

ذکر الہی علی سلطانی کے دوام پر اُبھارنے اور بلند مرتبہ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم

اور طرز و طریقہ ذکر اور دوسرے مناسب امور کے بیان میں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سید

المرسلین وآلہ الطاہرین اجمعین۔

تو اس بات کو جان اور آگاہ رہ کہ تیری سعادت بعد تمام انسانوں کی سعادت اور سب کی فلاح و نجات



اپنے مولیٰ اجل سلطانہ کے ذکر میں ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے تمام اوقات کو ذکر الہی اجل شانہ میں مستغرق اور مصروف رکھنا چاہیے۔ اور ایک لمحہ کے لئے بھی غفلت کو جائز نہیں سمجھنا چاہیے۔ اللہ سبحانہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ دوام ذکر طریقہ حضرات خواجگان رنقشندہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں ابتداء میں ہی میسر آ جاتا ہے۔ اور "نہایت ابتداء میں درج ہے" کے طریقہ پر حاصل ہو جاتا ہے۔ لہذا طالب کے لئے اس بلند مرتبہ طریقہ کو اختیار کرنا زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔ بلکہ لازم و واجب ہے۔ پس تجھ پر لازم ہے کہ قبل توجہ کو ہر طرف سے ہٹا کر کلیتہً اس طریقہ علیہ کے بلند مرتبہ اکابر کی طرف کرے۔ اور ان کے ہاتھ سے ہمت اور توجہ طلب کرے۔ ابتداء میں ذکر کرنے سے چارہ نہیں۔ چاہیے کہ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو۔ کیونکہ دل کے گوشت کا ٹکڑا قلب حقیقی کے لئے جھڑے اور گھر کی مانند ہے۔ اور اسم مبارک اللہ کو اس قلب پر گزارے۔ اور اس وقت قصداً کسی عضو کو بھی حرکت نہ دے۔ کلیتہً قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائے۔ اور خیال میں بھی قلب صنوبری کو جگہ نہ دے۔ اور اس طرف متوجہ نہ ہو۔ کیونکہ مقصود قلب کی طرف توجہ ہے۔ نہ کہ اس کی صورت کا تصور۔ اور لفظ مبارک اللہ کے معنی کو بے مثال اور بے کیفیت ملاحظہ کرے اور کسی صفت کو بھی اس کے ساتھ نہ ملائے اور اس کے حاضر و ناظر ہونے کو بھی لحاظ و خیال میں نہ لائے۔ تاکہ حضرت ذات تعالیٰ و قدس کی بلندی سے صفات کی پستی کی طرف نہ آئے۔ اور اس سے شہود و وحدت کثرت میں نہ پڑے۔ اور بے کیفیت ذات کی گرفتاری سے چرن اور کیفیت والی شے کیساتھ آرام نہ پکڑے۔ کیونکہ جو۔۔۔ چرن اور کیفیت رکھنے والی شے میں نمایاں ہو گا وہ بے کیفیت نہیں ہو سکتا۔ اور جو کچھ کثرت میں نمودار ہوتا ہے۔ واحد حقیقی نہیں ہو سکتا۔ بے چرن ذات کو چرن کے دائرہ سے باہر تلاش کرنا چاہیے۔ بسیط حقیقی کو اعادہ کثرت سے باہر طلب کرنا چاہیے۔

اور اگر بوقت ذکر الہی بے تکلف پیر کی صورت ظاہر ہو تو اسے بھی دل میں لے جائے۔ اور دل میں بٹھا کر ذکر کرے۔

تم جانتے ہو پیر کیسی ہستی ہے۔ پیروہ ذات ہے کہ جناب قدس فداوندی اجل شانہ سکھ پہنچنے کے ملتے

لے معلوم ہو کہ تصویر شیخ ہائز اور درست ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں۔ لیکن جن حضرات کو ہر چیز میں شرک ہی نظر آتا ہے۔ وہ اسے بھی شرک ہی کہتے ہیں۔ چنانچہ مولوی اسماعیل دہلوی مصنف تقریۃ الایمان کے پیر سیاح صاحب رائے بریلوی نے شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہ کو کہا تھا کہ تصویر شیخ صریح شرک ہے۔ ملاحظہ ہو سیاح محمد ظہید مؤلف غلام رسول مہر۔



میں اس سے استفادہ کرتے ہو۔ اور اس سے اس راہ میں طرح طرح کی مدد و اعانت حاصل کرتے ہو۔ خالی کلمہ اور چادر اور شجرہ جو مروج ہو چکا ہے پیری مریدی کی حقیقت سے خالص ہے۔ اور عادات و رسوم میں داخل ہے۔ ان بات درست ہے کہ شیخ کامل مکمل کا کرنا بطور تبرک اپنے پاس رکھے۔ اور اس کے ساتھ اعتقاد و افکار سے زندگی گزارے۔ شیخ کے گرتے کو پاس رکھنے میں ثمرات و نتائج کا قوی احتمال ہے۔

تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ خوابیں اور واقعات اعتبار کے لائق نہیں۔ کوئی شخص اگر اپنے آپ کو خواب یا واقعہ میں بادشاہ یا قطب وقت دیکھے تو حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ ان خواب اور واقعہ سے باہر علم حقیقت اور نفس الامر میں اگر بادشاہ یا قطب بن جائے تو ماننے کے لائق ہے۔ لہذا بیاری میں اگر احوال و معاہدہ ظاہر میں تو ان پر اعتبار کی گنجائش ہے ورنہ نہیں۔ اور تم جانتے ہو کہ ذکر کا نفع اور اس پر آثار و نتائج بہ ترتیب ہونا شریعت کی بجائے اور اس سے وابستہ ہے۔ اس لئے فرائض اور سنتوں کی ادائیگی اور حلال اور مشتبہ چیزوں سے اجتناب میں پوری احتیاط کرنی چاہیے۔ اور چھوٹی بڑی بات میں علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور ان کے فتویٰ سے تقاضا کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیے۔ راستہ

## مکتوب نمبر ۱۹۱

خانقاہ کی طرف لکھا گیا:

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی ترغیب اور اس بیان میں کہ تکالیف شرعیہ میں آسانی اور سہولت کی پوری رعایت کی گئی ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جِئَوْتُ مَحْصِلَ سُبُطِنَا بِالْحَقِّ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس راستے کی ہدایت دی اور ہمیں ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی تھی اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دینا۔ بیشک ہمارے رب تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العالی پیرو مرشد سے مدد و اعانت حاصل کرنے کے قابل و مستعد ہیں۔ اور یہ چیز شرک و بدعت نہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ بزرگوں کے تبرکات کے بھی قائل و معتقد ہیں۔ جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔



تشریف لائے۔

سعادت ابدی اور نجات سرمدی انبیاء کرام کی داشتہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی سلامتی ان سب پر عموماً اللہ ان سب سے افضل پر خصوصاً نازل ہوتی رہیں۔ کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے۔ فرشتا اگر ہزار سال بھی عبادت کی جائے۔ اور ریاضت شاقہ اور مجاہدات شدیدہ کو بروئے کار لایا جائے تو بھی اگر ان بزرگوں را انبیاء کرام کی متابعت کے نور سے منور اور روشن نہ ہوں بارگاہ انبوی میں ان کی ایک سچو برابریت نہیں۔ اور وہ پہر کے سونے کے ساتھ جو سراسر غفلت اور بے کاری ہے لیکن ان بزرگوں را انبیاء کرام کے حکم کے مطابق ہو وہ مجاہدات اس نیک کے برابر نہیں ہیں۔ بلکہ یہ مجاہدات چٹیل اور خالی میدان کی طرح بے فائدہ سمجھے جائیں گے۔ یہ خداوند جل شانہ کی کمال مہربانی ہے کہ تمام شرعی تکالیف اور دینی امور میں نہایت ہی آسانی اور سہولت کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ مثلاً رات دن کے آٹھ پہر میں صرف سترہ رکعت رخصت نماز ادا کرنے کی تکلیف دی گئی ہے۔ اور ان کے ادا کرنے میں سالانہ گھنٹہ بھی صرف نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں نماز میں قرأت جس قدر عیسائی کے اسی پر کفایت کی اجازت دی گئی ہے۔ اور اگر قیام مشکل ہو تو بیٹھ کر ادا کرنے کی اجازت ہے۔ اور اگر بیٹھ کر ادا کرنا مشکل ہو تو لیٹ کر ادا کرنے کی اجازت ہے۔ اور جب رکوع و سجود مشکل ہو اشارے سے ادا کرنے کا حکم ہے۔ اور وضو میں اگر پانی استعمال کرنے پر قدرت نہ ہو تو تیمم کو اس کی جگہ مقرر کیا ہے۔ اور زکوٰۃ میں پالیس حصوں میں سے صرف ایک حصہ فقراء و مسکین کے لئے مقرر فرمایا گیا ہے۔ اور اسے بھی پڑھنے والے مالوں اور چرنے والے موشیوں پر منحصر کیا ہے۔ اور تمام عمر میں صرف ایک حج فرض کیا ہے۔ اور اس کے لئے بھی راستے کے خرچ، سواری اور راستے میں خطرہ نہ ہونے کے ساتھ مشروط فرمایا ہے۔ اور دائرہ مباح کو وسیع اور کشادہ کر دیا ہے۔ چار اقارب عورتیں نکاح کے ساتھ اور زرخیر و ثروت بھی جس قدر چاہیں مباح فرمائی ہیں۔ اور طلاق کو نکاح کی تبدیلی کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اور کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں میں زیادہ مباح اور کم حرام کی ہیں وہ بھی بندوں کی بہتری اور ان کے فائدے کی خاطر۔

مثلاً ایک بدمزہ ضرر و نقصان سے لبریز شراب کو حرام کیا ہے۔ اور اس کے عوض بے شمار فائدے مند اور خوش ذائقہ اور خوشبودار مشروبات کو جائز اور مباح فرمایا ہے۔ عرق لوزاب اور عرق دارمہینی میں ان کے خوش مزہ اور خوشبودار ہونے کے باوجود اس قدر فائدے اور منافع ہیں جو بیان میں نہیں آسکتے۔ کڑوی، بدمزہ، بدبو، بدخوش و حواس کھونے والی اور پٹھو شراب کو خوشبودار اور خوشگوار چیز سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اس کے علاوہ ان دونوں میں ملال و حرام کے اعتبار سے جو فرق ہے وہ الگ ہے اور وہ فرق و تمیز جو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور نارضا مندی کی وجہ سے ہے الگ ہے۔



یوں ہی اگر بعض ریشمی کپڑوں کو حرام کیا ہے تو کیا ڈر ہے۔ جبکہ کئی طرح کے قیمتی اور دیدہ زیب کپڑے ان کے عوض حلال کر دیئے ہیں۔ اور پشینہ اور صوف کا لباس جو عام طور پر مباح ہے، ریشمی لباس سے کئی درجے بہتر ہے۔ پھر ریشمی لباس بھی مردوں کے لئے حرام ہے عورتوں کے لئے حلال اور جائز ہے۔ اور اس کے منافع بھی مردوں کو ہی پہنچتے ہیں۔ اور یہی سونے چاندی کا حال ہے۔ کہ ان سے عورتوں کے زیورات و حقیقت مردوں ہی کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اگر کوئی بے انصاف اس آسانی اور سہولت کے باوجود اسلام پر چپنا مشکل اور دشوار جانے تو مرض قلبی میں مبتلا اور باطنی بیماری میں گرفتار ہے۔ بہت سے کام ایسے ہیں جنکا کرنا متعدد لوگوں کے لئے آسان ہوتا ہے۔ لیکن کمزور لوگوں کے لئے ان کی انجام دہی نہایت ہی مشکل ہوتی ہے۔ اور مرض قلبی سے مراد آسمان کے نازل شدہ خدا تعالیٰ کے احکام پر دلی یقین کا نہ ہونا ہے۔ ایسے لوگوں کو اس وقت جو تصدیق حاصل ہے وہ صرف صورت تصدیق ہے۔ نہ کہ حقیقت تصدیق۔ حقیقت تصدیق کے حصول کی علامت احکام الہیہ کی بجا آوری ہیں آسانی کا پایا جانا ہے۔ ورنہ بے فائدہ رنج اٹھانے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

مَشْرُکُوں پر وہ بات بجا رہی ہے جس کی طرف تو  
ان کو بلاتا ہے۔ اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے  
چاہتا ہے برگزیدہ کرتا ہے۔ اور اپنی طرف  
اسے ہی ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع  
کرتا ہے۔

ہر قبیح ہدایت اور مصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات اتہا و اکملہا کی متابعت کی پابندی کرنے والے  
پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

## مکتوب نمبر ۱۹۲

شیخ بدیع الدین سہارنپوری کی طرف صادر فرمایا:

میرے عزیز اور رشید و ہدایت والے بھائی نے استفسار کیا تھا کہ "گیارہویں عرضداشت میں جو حضرت  
نواجہ ربانی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لکھی گئی تھی واقع ہوا ہے کہ ایک رنگین مقام میں اس فقیر کا گزر ہوا



جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے بلند تر ہے۔ اس کلام کے کیا معنی ہیں؟ اللہ تعالیٰ تجھے رشد و ہدایت عطا کرے تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ عبارت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فضیلت کو مستلزم نہیں۔ خاص کر جب کہ لفظ "ہم" بھی موجود ہے جس کے معنی "بھی" کے ہیں جس سے صرف ایک طرح کی شرکت ظاہر ہوتی ہے، اور اگر تسلیم بھی کر لیں کہ یہ عبارت فضیلت کو مستلزم ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ یہ کلمات اور اس طرح کے دوسرے کلمات جو اس عرضداشت میں واقع ہوئے ہیں، ان واقعات میں سے ہیں جو اپنے پیرومرشد کی طرف تھریکے گئے ہیں۔ اور اس گروہ صوفیہ میں یہ بات طے شدہ ہے کہ واقعات میں سے جو کچھ پیش آئے صحیح ہو یا غیر صحیح بے تکلف اپنے پیرومرشد کے سامنے ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ غیر صحیح میں بھی تاویل و تعبیر کا احتمال ہے۔ لہذا ان کے اظہار سے چارہ نہیں اور جس بات کو ہم بیان کر رہے ہیں اس میں اپنے معنی کے لحاظ سے کچھ خرابی نہیں۔

علماء کرام نے اس کا ایک اور حل بھی تجویز کیا ہے۔ کہ جزئیات میں سے ایک جزئی میں غیر نبی کو اگر نبی پر فضیلت لازم آجائے تو کچھ حرج نہیں۔ بلکہ ایسی فضیلت کا وقوع بھی ہو چکا ہے۔ جیسا کہ شہادت کے بارے میں وہ فضیلت کی باتیں وارد ہو چکی ہیں جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق وارد نہیں۔ اس کے باوجود فضلی کلی نبی کی ذات کے لئے ہی ہے۔ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ لہذا ایسی صورت میں غیر نبی کو اس جزئی کے کمالات میں سیر واقع ہو اور اپنے آپ کو اس مقام بلند تر پاسے تو اس کی گنجائش ہے۔ اگرچہ وہ مقام بھی اسے نبی کی متابعت سے ہی نصیب ہوا ہے۔ اور نبی کے لئے بھی مطابق حدیث۔

مَنْ سَنَّ سُنَّةَ حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا  
وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا۔  
جو شخص نیک طریقہ جاری کرے۔ تو اس کے جاری کرنے اور جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کا ثواب اسے ملے گا۔

مکمل حصہ ملتا ہے۔ تو جب غیر نبی کو نبی پر فضیلت جزئی مائز ہے۔ تو غیر نبی پر بطریق اولیٰ فضیلت جزئی ثابت

۱۔ چنانچہ مکتوبات کی عبارت جس میں یہ مضمون واقع ہوا ہے۔ یوں ہے۔ "خود را ہم بانعکاس آن مقام رنگین و منقش یافت" یعنی میں نے اپنے آپ کو بھی اس مقام کے نقشے رنگین اور منقش پایا۔ اور ہم کے لفظ سے صرف ایک طرح کی شرکت مفہوم ہوتی ہے۔ اس کے تو مساوات بھی ثابت نہیں ہوتی چہ جائیکہ ان الفاظ سے فضیلت ثابت کی جائے باقی معاند کے عناد کا کچھ علاج نہیں۔ ۱۲

۲۔ کیونکہ واقعات اپنے پیرومرشد کی خدمت میں عرض کرنے کے قبل نہ تو ظاہر یہ مبنی ہوتے ہیں اور صحت کو مستلزم ہوتے ہیں بلکہ جی جی ہوتے ہیں۔ لہذا فضیلت کا مدار فضیلت کلی پر ہے۔ نہ کہ فضیلت جزئی پر۔



ہو سکتی ہے۔ لہذا ہمارے اس کلام میں بالکل کوئی اشکال نہیں۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۱۹۳

فرق اہل سنت و جماعت کی راؤں کے موافق عقاید کو درست کرنے اور احکام فقہیہ یعنی حلال و حرام و فرض و واجب و سنت و مندوب و مکروہ و جن کا علم فقہ ذمہ دار ہے اس کے سمجھنے کی ترغیب میں۔ اور اسلام کی غربت اور اس کی تائید و ترقی کے لئے ہر مانگ پر کرنے کے بیان میں سیادت پناہ شایع خرید کی طرف لکھا ہے:-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُ تَعَالَى نَاصِرُكُمْ وَمُغْنِيكُمْ عَلَى كُلِّ مَا يُعَذِّبُكُمْ وَيُشِينُكُمْ حَقِّ تَعَالَى اُس چیز پر جو

آپ کو عیب دار اور داغ دار کرے آپ کا مددگار اور معاون رہے۔

ارباب تکلیف پر پہلے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ علیہم کی راؤں کے موافق اپنے عقاید کو درست کریں۔ کیونکہ عاقبت کی نہات انہی بزرگواروں کی بے خطاراؤں کی تابعداری پر موقوف ہے۔ اور فرقہ ناجیہ بھی یہی لوگ اور ان کے تابعدار حضرات ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریق پر ہیں۔ اور ان علوم سے جو کتاب و سنت سے حاصل ہوئے ہیں وہی نصیر ہیں جو ان بزرگواروں نے کتاب و سنت سے اخذ کئے ہیں اور سمجھے ہیں۔ کیونکہ ہر بدعتی و گمراہ بھی اپنے فاسد عقاید کو اپنے خیال فاسد میں کتاب و سنت ہی سے اخذ کرتا ہے۔ پس ان کے اخذ کردہ معانی میں سے کسی معنی پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ اور ان عقاید حقہ کی درستی کے لئے امام اہل تورپشتی کا رسالہ بیت مناسب اور عام فہم ہے۔ اپنی مجلس شریف میں اس کا ذکر کرتے رہا کریں۔ لیکن رسالہ مذکورہ چونکہ استدلال پر مشتمل ہے اور اس میں طول و بسط بہت ہے۔ اس لئے کوئی ایسا رسالہ جو صرف مسائل بنی کو شامل ہو۔ بہتر اور مناسب ہے۔ اسی اثنا میں فقیر کے دل میں گزرا کہ اس بارہ میں ایک ایسا رسالہ لکھے جو اہل سنت و جماعت کے عقائد پر مشتمل ہو۔ اور سہل ماخذ ہو۔ اگر ہو سکا تو جلد ہی ہی لکھ کر خدمت میں بھیجا جاوے گا۔

لے معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کے صرف معنی قابل اعتبار ہیں جو علمائے اہل سنت اور بزرگان دین نے بیان کئے ہیں۔ یہ ایسا ضابطہ ہے کہ اسے اختیار کرنے سے انسان گمراہ فرقوں کے اثر سے محفوظ رہتا ہے۔



ان عقائد کے درست کرنے کے بعد حلال و حرام و فرض و واجب و سنت و مندوب و مکروہ و حین کا علم  
فورا متکفل ہے اکا سیکھنا اور اس علم کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ بعض طالبوں کو فرمایا کہ فقہ کی کتاب  
جو فارسی عبارت میں ہو جیسے مجموعہ خوانی اور عکدۃ الاسلام مجلس میں پڑھتے رہا کریں۔ اور اگر  
نعموز باللہ ضروری اعتقادی مسئلوں میں سے کسی مسئلہ میں غلط پڑ گیا۔ تو نجات آخرت کی دولت سے محروم ہو گیا۔  
اور اگر عملیات میں سستی واقع ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ توبہ ہی سے معاف کر دیں۔ اور اگر مواخذہ بھی کریں گے  
تو پھر بھی نجات تو ہو ہی جائے گی۔ تو عمدہ کام عقائد کا درست کرنا ہے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے منقول ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمام احوال و مواجد کو ہمیں یادیں  
اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ آراستہ نہ کریں تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں  
جانتے۔ اور اگر تمام خرابیوں کو ہم پر جمع کر دیں۔ لیکن ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد سے  
نوازدیں۔ تو پھر کچھ خوف نہیں۔

قُلْتُ نَا لَہٗ سُبْحَانَهُ وَ اٰیَاتُہٗ عَلٰی طَرِیْقَتِہِمُ الْمَرْفُوعَةُ بِحُزْمَةِ سَيِّدِ الْبَشَرِ عَلَیْہِ وَ  
عَلٰی اٰلِہٖ مِنْ الصَّلٰوَاتِ اَفْضَلُہَا وَ مِنْ التَّشْبِیْہَاتِ اَکْثَلُہَا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید البشر  
علیہ وآلہ الصلوٰات والسلام کی طفیل طریقہ پسندیدہ پر ثابت قدم رکھے۔

ایک درویش لاہور کی طرف سے آیا ہوا تھا۔ اُس نے بیان کیا کہ شیخ جہور پانی منٹری کی جامع مسجد میں نماز  
جموعہ کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ اور میاں رفیع الدین نے ان کی التفات کے اظہار کے بعد کہا کہ نواب شیخ جیونے  
اپنی حویلی میں جامع مسجد بنائی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ حق تعالیٰ ان کو زیادہ توفیق عنایت فرمائے۔ مغللوں  
اور یاسلوں کی اس قسم کی باتیں سن کر بہت ہی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

میرے سیادت پناہ مکرم! آج اسلام بہت غریب ہو رہا ہے۔ آج اس کی تقویت میں ایک پتیل کا صرف  
کنا کر ڈرا دیوں کے بدلے قبول کرتے ہیں۔ دیکھیں کون سے بہادر کو اس دولت عظمیٰ سے مشرف فرماتے ہیں۔  
دین کی ترقی اور مذہب کی تقویت ہر وقت خواہ کسی سے وقوع میں آئے بہتر اور زیبا ہے۔ لیکن اس وقت میں  
کہ اسلام غریب ہوتا جاتا ہے۔ اہل بیت کے آپ جیسے جوانمردوں سے نہایت ہی نریبا اور خوب ہے۔ کیونکہ  
یہ دولت آپ جیسے بزرگوں کے خاندان کی فائدہ زاد ہے۔ اس کا تعلق آپ سے ذاتی ہے اور دوسروں سے غرضی۔  
حقیقت میں نبی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اسی عظیم القدر امر کے حاصل کرنے میں ہے۔ حضرت  
پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم ایسے زمانہ میں موجود ہوئے ہو کہ اگر  
وامرو نواہی میں سے دسویں حصہ کو ترک کرو تو ہلاک ہو جاؤ۔ اور تباہی بعد ایسے لوگ آئیں گے کہ اگر



اور فرواہی میں سے دسویں حصہ کو بھالائیں گے۔ اب یہ وہی وقت ہے اور یہ لوگ وہی لوگ ہیں۔  
گوئے توفیق و سعادت درمیاں انگنہ اند کہن ہمیداں درنئے آید سواراں راجہ شد  
ترجمہ:- توفیق و سعادت کا گیند میدان میں پڑا ہے سواروں کو کیا ہو گیا ہے کہ اسے اٹھانے کے لئے کوئی آگے نہیں بڑھتا۔  
کافر لعین کو بند اور اس کی اولاد کا مارا جانا بہت خوب ہوا۔ اور ہنو و مردود کی بڑی شکست کا باعث ہوا۔  
خواہ کسی نیت سے اُس کو قتل کیا ہو۔ اور خواہ کسی غرض سے اُس کو ہلاک کیا ہو۔ بہر حال اس میں کفار کی خواری اور  
اہل اسلام کی ترقی ہے۔

اس فتنے نے اس کاہنہ کے قتل ہونے سے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ پادشاہ وقت نے شرک کے سر کی کھوپڑی  
کو توڑا ہے۔ واقعی وہ بہت بہت پرست اہل شرک کا رئیس اور اہل کفر کا امام تھا۔ خذ لہم اللہ تعالیٰ  
اللہ تعالیٰ انہیں خوار کرے۔

اور دین و دنیا کے سردار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض دعاؤں میں اہل شرک کو اس عبارت میں لعنت  
نفرین فرمائی ہے:-

اعْلُوْهُمْ شَدِيْثُ شَمْلِهِمْ وَفَرَقَ بَعْضُهُمْ وَخَرِبَ بَيْنِيَّانِهِمْ وَخَذُوْهُمْ اَخْذَ عِزِّيْ مُقْتَدِرٍ  
یا اللہ تو ان کی جمعیت کو پراگندہ کر اور ان کی جماعت میں تفرقہ ڈال اور ان کے گھروں کو ویران کر اور ان کو ایسا  
پکڑ جیسے غالب طاقتور پکڑتا ہے۔

اسلام اور اہل اسلام کی عزت، کفر اور اہل کفر کی خواری میں ہے۔ جزیہ سے مقصود کفار کی خواری اور ان  
کی اہانت ہے۔ جس قدر اہل کفر کی عزت ہو، اسی قدر اسلام کی ذلت ہے۔ اس سررشتہ کو اچھی طرح نگاہ رکھنا  
چاہیے۔ اکثر لوگوں نے اس سررشتہ کو کم کر دیا ہے۔ اور بد بختی سے دین کو برباد کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اے نبی کفار  
اور منافقین سے جہاد کر اور ان کے ساتھ سختی سے معاملہ کر۔

کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان پر سختی کرنا دین کی ضروریات میں سے ہے۔ کفر کی باقی رہیں جو پہلے زمانہ میں پہلا  
نہ ہوئی تھیں۔ اس وقت کہ پادشاہ اسلام کو اہل کفر کے ساتھ وہ توجہ نہیں رہی مسلمانوں کے دل اس سے بہت  
پیشانی ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ پادشاہ اسلام کو ان بد مذہبوں کی رسموں کی بُرائی سے مطلع کریں۔ اور ان کے دُور  
کرنے میں کوشش کریں۔ شاید پادشاہ کو ان بقاء رسوم کی بُرائی کا علم نہ ہو۔ اور اگر وقت کے لحاظ سے مناسب  
سمجھیں تو بعض علما کے اہل اسلام کو اطلاع دیں تاکہ وہ اگر اہل کفر کی بُرائی ظاہر کریں۔ کیونکہ احکام شرعی کی تبلیغ  
کے لئے خوارق و کلمات کا اظہار کرنا کچھ ورکار نہیں۔ قیامت کے دن کوئی عندہ نہ نہیں گئے کہ تصرف کے بغیر احکام



کے بغیر احکام شرعی کی تبلیغ نہیں کی۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام جو بہترین موجودات سے ہیں جب احکام شرعی کی تبلیغ کرتے تھے۔ اور امت کے لوگ معجزہ طلب کرتے تھے۔ تو فرماتے تھے کہ معجزات خدا کی طرف سے ہیں۔ ہم پر احکام کا پہنچانا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت شاید حق تعالیٰ ایسا امر ظاہر کرے جو ان لوگوں کے حق ہونے کے اعتبار کا باعث ہو جائے۔ بہر حال مسائل شرعیہ کی حقیقت سے اطلاع دینا ضروری ہے۔ جب تک یہ واقعہ نہ ہو۔ اس امر کی ذمہ داری علماء اور بادشاہ کی بارگاہ کے مقرب لوگوں پر ہے۔ یہ کس قدر بڑی سعادت ہے کہ اس گفتگو میں کسی جماعت کو تکلیف پہنچے۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے احکام کی تبلیغ میں کونسی تکلیفیں ہیں جو برداشت نہیں کیں۔ اور کسی کسی مصیبتیں ہیں جو ان کے پیش نہیں آئیں۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بہتر و بہتر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مَا أُذِيتَ نَبِيًّا بِشَيْءٍ مَّا أُذِيتَ كَرْسِيٍّ نَبِيٍّ كَوَالِيسِيٍّ اِيْذَا نَهَيْتَ نَبِيًّا جَبِيًّا كَمَا مَجَّ اِيْذَا نَهَيْتَ جَبِيًّا  
عمر بگذشت و مدیت عشق ما آخر نہ شد شب باخر شد کنوں کو ناہ کفر افسانہ را  
ترجمہ: عمر گزر گئی لیکن ہمارے عشق کی داستان ختم نہ ہوئی۔ رات گزر گئی اس لئے میں افسانے کو مختصر کرتا ہوں

## مکتوب نمبر ۱۹۴

وقت کی ترقی اور مہج کی تائید کی ترغیب میں اور اس سے متعلق بیان میں صدر جہاں کی طرف لکھا ہے۔  
سَلَامُكَمُ اللَّهُ شُبْحَانَهُ وَ عَافَاكَمُ اللَّهُ حَقُّ تَعَالَى اے آپ کو سلامت و عافیت سے رکھے۔ احکام شرعیہ کے جاری ہونے اور نہ جب مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں کی خواری کی باتیں مگر ماقم زوہ مسلمانوں کے دل کو خوشی اور روح کو تازگی حاصل ہوئی۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ اور اللہ مالکِ قدیر سے سوال ہے کہ اپنے نبی بشیر و نذیر علیہ السلام کی طفیل اس بڑے کام میں ترقی بخشے مجھے یقین ہے کہ اسلام کے منفذ یعنی سادات عظام اور علمائے کرام خلوت و جلوت میں اس دہائی میں ترقی اور اس صراطِ مستقیم کی تکمیل کے درپے ہوں گے۔ بھلا کوئی بے سرو سامان اس بارہ میں کیا دم مارے۔ آپ نے مٹا ہوگا کہ بادشاہ اسلام اسلامی استعداد کی غور سے علماء کا خواہاں ہے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق میں جو فساد پیدا ہوا تھا۔ وہ علماء کی ہی کج فہمی سے ظہور میں آیا تھا۔ اس بارہ میں



امید ہے کہ پورا پورا تلبیع مد نظر رکھ کر علمائے دیندار کے انتخاب کرنے میں پیش دستی کریں گے۔ علمائے بددین کے چھوڑ دیں۔ ان کا مقصد ہمد تن یہ ہے کہ خلق کے نزدیک مرتبہ و ریاست و بندگی حاصل ہو جائے۔ اَلْعِیَافُ بِاللّٰهِ جِنِّ فِشْنَدِہِمُ۔ اللہ تعالیٰ ان کے فتنہ سے بچائے۔ ہاں ان میں سے جو بہتر ہیں۔ وہ سب خلقت سے اچھے ہیں کل قیامت کے دن ان کی سیاہی کو فی سبیل اللہ شہیدوں کے خون کے ساتھ تولیں گے۔ اور ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔ شَرُّ النَّاسِ شَرُّ الْعُلَمَاءِ وَ خَيْرُ النَّاسِ خَيْرُ الْعُلَمَاءِ سب لوگوں میں سے بُرے بُرے عالم ہیں۔ اور سب خلقت سے اچھے اچھے عالم ہیں۔

دوسری التماس یہ ہے کہ بعض عیتیں آمادہ کرتی ہیں کہ اپنے آپ کو لشکر میں پہنچائے۔ لیکن ماہ مبارک رمضان کے نزدیک آنے کے باعث حضرت دہلی میں ٹھہرنے کا اتفاق ہو گیا ہے۔ انشاء اللہ اس مبارک مہینے کے گزرنے کے بعد ان عزیزوں کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔ والسلام۔

## مکتوب نمبر ۱۹۵

شریعت کی ترقی پر ترغیب دینے اور اسلام اور اہل اسلام کی کمزوری پر افسوس ظاہر کرنے کے بیان میں صدر جہاں کی طرف صادر فرمایا :

سَلَامُكُمْ اَللّٰهُمَّ وَ اَبْقَاكُمْ حَقِّ تَعَالٰی آپ کو سلامت اور باقی رکھے۔ پادشاہوں کا احسان چونکہ تمام خلقت پر ہے اس لئے مخلوقات کے دل اس مضمون کے موافق کہ جِبِلَّتِ الْخَلَائِقُ عَلٰی حُبِّہِمْ اَحْسَنُ اَلِیْہِمْ مخلوقات اپنے محسن کی محبت پر پیدا کی گئی ہے۔ اپنے محسنوں کی طرف مائل ہے۔ پس پادشاہوں کا جس قدر احسان عام لوگوں پر ہوتا ہے۔ اس ارتباط اور تعلق کے باعث اتنا ہی پادشاہوں کے نیک اور بُرے افلاق اور بُرے اور بھلے عادات لوگوں میں اثر کرتے جاتے ہیں۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوکِہِمُ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہیں۔ گزشتہ زمانہ کے حالات اس بات کے مصداق ہیں۔

اب جب کہ مملکتوں میں انقلاب آ گیا ہے۔ اور دشمنی اور فساد نے اہل مذہب کو بگاڑ دیا ہے۔ اسلام کے پیشواؤں یعنی بڑے وزیروں اور امیروں اور بزرگ عالموں پر لازم ہے کہ اپنی تمام ہمت کو روشن شریعت کی ترقی میں لگائیں۔ اور سب سے اول اسلام کے گرے ہوئے ارکان کو قائم کریں۔ کیونکہ تاخیر میں خیریت ظاہر نہیں ہوتی۔ اور غریبوں کے دل اس تاخیر سے نہایت بے قرار ہیں۔ گزشتہ زمانہ کی سختیاں ابھی تک مسلمانوں کے دلوں میں برقرار ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کا تدارک نہ ہو سکے اور اسلام کی غربت اس سے بھی زیادہ ہو جائے۔ جب



پادشاہ سنت سفیہ مصطفیٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ترقی میں سرگرم نہ ہوں اور پادشاہ کے مقرب بھی اس بارہ میں اپنے آپ کو الگ رکھیں۔ اور چند روزہ زندگانی کو عزیز سمجھیں تو پھر اہل اسلام بیچاروں پر زمانہ بہت ہی تنگ ہو جائے گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

آنچه از من گم شدہ گرازیلماں گم شدہ ہم سلیمان ہم پر ہی ہم اہرمن بگرہ سیتے

ترجمہ: ہر چیز مجھ سے گم ہوئی ہے مگر سلیمان سے بھی گم ہو جاتی، تو سلیمان اور یہاں اور جن سب دوتے۔

صَبَّحْتُ عَلَى مَصَابِیْہِ لَوْ اَنْتَ صَبَّحْتُ عَلَى الْاَیَّامِ صَبَّحْتُ لَبَّ لَبَّ

ترجمہ: مجھ پر ایسے مصائب ٹوٹے ہیں کہ اگر وہ مصائب دنوں پر ٹوٹتے تو وہ دن راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

اسلامی نشانوں میں سے ایک نشان اسلامی شہروں میں قاضیوں کا مقرر کرنا ہے۔ جو گذشتہ زمانہ میں

موجود کیا تھا۔ سرہند میں جواہل اسلام کے بڑے شہروں میں سے جہے کئی سال سے کوئی قاضی نہیں۔

عامل رقیہ ہذا قاضی یوسف کے باپ دادا جب سے سرہند آباد ہوئے ہیں۔ قاضی ہوتے چلے آئے ہیں۔

چنانچہ پادشاہوں کے بہت اسنادان کے پاس ہیں۔ اور صلاح و تقویٰ سے بھی آراستہ ہے۔ اگر بہتر سمجھیں تو

اس عظیم الشان کام کو اس کے حوالہ فرمائیں۔

فَبِئْسَ مَا لَہٗ مِنْ حَیْثُ وَ تَعَالٰی وَ اِنِّیْ اَکْثَرُ عَلٰی حَیْثُ الشَّرِیْعَةِ الْمُحَقَّعَةِ عَلٰی مَصْدَرِہَا الْقَلْوٰۃُ

وَالسَّلَامُ وَالْحَیْۃُ۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت حقہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستے

پر ثابت قدم رکھے۔

## مکتوب نمبر ۱۹۶

منصور عرب کے نام صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ وہ راستہ جس کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں۔ سب سات قدم ہے۔ اور ہر

قدم پر ساک اپنے آپ سے خود اور حق سبحانہ کے نزدیک برتا جاتا ہے۔

آپ کا رحمت نامہ بڑے نیک وقت میں پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کا احسان ہے کہ خاص لوگ

عام لوگوں کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔ اور بزرگ لوگ غریبوں کی غفوری سے غالی نہیں ہیں۔ جَوَاکُمْ اللّٰہُ

سُبْحَانَہٗ عَنَّا خُبْرًا الْجَزَاءُ حق تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا کرے۔

میرے مفرد! ع



اندھ ہر چہ میر و سمنی دوست خوش تر است دوست کی بات جس طرف سے بھی ہو بہت اچھی ہے  
یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں۔ سب سات قدم ہے۔ دو قدم عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں اور  
پانچ عالم امر سے۔

پہلے قدم پہ جو سالک عالم امر میں دکھتا ہے تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے۔ اور دوسرے قدم پہ تجلی صفات۔ اور  
تیسرے قدم پہ تجلیات ذاتیہ کا ظہور شروع ہونے لگتا ہے۔ پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ ترقی ہوتی جاتی ہے۔  
جیسے کہ اس محل کے جاننے والوں پر پوشیدہ نہیں لیکن یہ سب کچھ حضرت سید اولین و آخرین علیہ السلام کی متابعت پر منحصر ہے۔ اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ یہ راہ صرف دو قدم ہے۔ اس سے ان کی  
مداد مختصر طور پر عالم خلق اور عالم امر ہے۔ تاکہ طالبوں کی نظر میں یہ کام آسان دکھائی دے۔

ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم پہ سالک اپنے آپ سے دور ہوتا جاتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کے  
نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اور ان قدموں کے طے کرنے کے بعد فنائے اتم ہے۔ جس پر بقا اکل مترتب ہے۔ اور  
ولایت خاتمہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حاصل ہونا اس فنا و بقا پر موقوف ہے۔  
ایں کار دولت است کنوں تا کرا و بند یہ دولت مندی کا کام ہے دیکھیں اب یہ کسے عطا  
کرتے ہیں۔

ہم نامراد فقیروں کو اس قسم کی باتوں سے کیا مناسبت ہے۔ سوائے اس کے کہ اہل کمال کے صاف پانی سے  
اپنے کام و دماں کو سیراب و شیریں کریں۔

مگر ندارم از شکر جز نام بہر زبانی بے خوشی تو کہ اندر کام نہ ہر  
آسمان نسبت بعرش اکبر فرد در نہ بس عالی است پیش خاک تو  
ترجمہ: اگرچہ شکر سے مجھے صرف اس کا نام ہی حاصل ہے لیکن یہ اس سے بہتر ہے کہ میرے منہ میں نہ ہو۔  
آسمان عرش کی نسبت نیچے ہے مگر خاک کے توڑے سے بہت ہی بلند ہے۔  
والسلام اولاً و آخراً

مکتوب نمبر ۱۹۰

پہلوان محمود کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ سعادت مند وہ ہے جس کا دل دنیا سے سرو پر چکا ہو۔ اور حق سبحانہ و تعالیٰ



کی محبت کی حرارت سے گرم ہو۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو راہ شریعت پر قائم رکھے۔ سعادتمند وہ ہے جس کا دل دنیا سے سرد اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت سے گرم ہو۔ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ اور اسے چھوڑ دینا تمام عبادتوں کا سر ہے۔ دنیا حق تعالیٰ کو بہت ہی ناپسند ہے۔ جب سے اس نے اسے پیدا کیا ہے ایک بار یہ نظر شفقت اس کی طرف نہیں دیکھا۔ اور دنیا کے طالب دُور کر دینے اور نعمتوں کے لائق نہیں۔ اور اس نفرت و دوری کے داغ سے داغدار ہیں۔ حدیث میں ہے۔

الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ وَمَلْعُونٌ مَن  
بِفِئْهَا إِلَّا ذَكَرَ اللَّهَ (ترمذی و ابن ماجہ)

دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی  
ملعون ہے۔ مگر اللہ کا ذکر۔

جب کہ ناکر لوگ بلکہ ان کے فداوت و جود کا ہر ذرہ اللہ سبحانہ کے ذکر سے پر ہے تو حق تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اس و عہد وراثت سے خارج ہیں اور اہل دنیا میں شمار نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ دنیا اس چیز کا نام ہے جو دل کو حق سبحانہ سے روکے اور اس کے غیر سے مشغول کرے۔ وہ چیز مال و اسباب کے قبیلہ سے ہو خواہ مرتبہ اور سرداری کی طلب۔ اور خواہ ننگ و ناموس ہو۔

فَاَعْرِضْ عَنْهُ قَوْلِي عَنْ ذِكْرِهَا۔

اس شخص سے روگردانی کرو جو ہمارے ذکر سے

پھر چکا ہو۔

نقص قطعی ہے۔ دنیا کی ہر چیز بلائے جان ہے۔ دنیا دار دنیا میں تو ہمیشہ تفرقہ اور پراگندگی کا شکار رہتے ہیں اور آخرت میں ندامت اور حسرت کرنے والے گروہ میں ہوں گے۔ دنیا کے ترک کی حقیقت اس کی طرف رغبت کو ترک کرنا ہے۔ اور ترک رغبت اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ دنیا کا ہونا نہ ہونا برابر ہو جائے۔ اور اس معنی کا حصول ارباب جمعیت (اولیاء کرام) کی صحبت کے بغیر مشکل اور دشوار ہے۔ ان بزرگوں کی صحبت اگر میر ہو تو اسے غنیمت جانا چاہیے اور اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دینا چاہیے۔

اور دنیا میں شیخ منزل کی صحبت اگرچہ تمہارے لئے غنیمت ہے۔ اور ایسے نادرا وجود بزرگ سرخ گندھک سے بھی زیادہ نایاب ہیں۔ تاہم اہل کرم کا شیوہ ایتبار ہے۔ یعنی دوسرے کی حاجت کو اپنی حاجت و ضرورت پر فوقیت دیتے ہیں۔ چند روز کے لئے اگر میاں شیخ منزل کو رخصت دیں تو بڑی بر محل بات ہے۔ کام سے فارغ ہونے کے بعد انشاء اللہ العزیز واپس آجائیں گے۔ اور غائبانہ اخلاص تمہارے لئے حاضر و موجودگی کی طرح کام کرتا ہے۔ زیادہ گفتگو و رد وری ہے۔ اللہ سبحانہ ہمیں اور تمہیں حضور سید بشر علیہ و علیٰ آلہ من الصلوٰت و التہائم و التحیات اکملہا کی متابعت پر استقامت عطا کرے۔ والسلام والاکرام



## مکتوب نمبر ۱۹۸

خانم خان کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اس زمانہ میں فقراء کی دولت مندوں کے ساتھ آشنائی بڑی دشواریاں ہے۔

اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

وہاں ہے کہ فتوحات مکتبہ دہلی کے کرام کے کلمات قدسیہ کا مطالعہ، فتوحات مدنیہ و اتباع شریعت مطہرہ کی چابی اور موجب بنے۔ بھرتہ النبی وآلہ الامجاد علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کا الفت نامہ گرامی جو فقراء کے نام لکھا تھا موصول ہو کر زیادتی محبت کا باعث ہوا۔ تمہیں بشارت ہو، پھر بشارت ہو۔

مخدوم گرامی اس زمانہ میں فقراء کے لئے دولت مندوں کے ساتھ آشنائی اور تعارف پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر فقراء لکھنے اور کہنے میں تواضع اور خشن خلق اختیار کریں۔ جو فقر کے لوازمات ہیں سے ہے۔ تو کوتاہ اندیش لوگ بدظنی کے تحت یہ گمان کرتے ہیں کہ فقراء لوگ لالچی اور محتاج ہیں۔ اس بدظنی میں اپنی دنیا اور آخرت کا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔ اور ان بزرگوں کے کمالات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور اگر فقراء لوگ بے نیازی کا سلوک کرتے ہیں جبکہ وہ بھی لوازمات فقر سے ہے تو کم فہم لوگ اپنے اوپر قیاس کر کے اسے بدظنی قرار دیتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں فقیر اور دودیش بھی مشکب اور بدخلق ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ استغنا اور بے نیازی بھی فقر کے لوازمات ہیں سے ہے۔ کیونکہ فخریہ کا جمع ہونا اس جگہ محال نہیں رہا۔ اور سعید خزانہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے رب کو جمع اضداد سے پہچانا۔ اگرچہ مدعیان عقل و فکر اس مقدمے کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور محال قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کا تسلیم نہ کرنا کچھ حکم کی بات نہیں۔ کیونکہ ولایت کا مقام ان کی عقل و نظر سے بلند تر ہے۔ باقی حالات میرے پاس اور مولانا صاحب تفصیل سے عرض کر دیں گے۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔ اور ہر تبلیغ ہدایت پر سلامتی کا نذر دل ہوتا رہے۔

## مکتوب نمبر ۱۹۹

مخدوم امین کا بلی کی طرف صادر فرمایا:

ورد اور مشغول کے قبول فرماتے ہیں جس کا انہوں نے اظہار کیا تھا۔



مبارک خط جو محبت و اخلاص کی زیادتی سے بھرا ہوا اور دوستی و خلوص پر مشتمل تھا۔ پہنچا اور خوشی کا باعث ہوا۔ حق تعالیٰ آپ کو عافیت بخشے۔ آپ نے چونکہ کسی درد کی طلب ظاہر کی تھی۔ اس لئے ہر اور سعادت مند مولانا محمد صدیق کو بھیجا گیا ہے۔ تاکہ اس طریقہ علیہ کے ذکر میں آپ کو مشغول کریں۔ اور جو کچھ فرمائیں اس کے بجالانے میں بڑی کوشش کریں۔ امید ہے کہ بہت فائدے حاصل ہوں گے۔ چونکہ ذکر کا تعلق کرنا صرف لکھنے ہی سے کافی نہ تھا اور حضور اور صحبت سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لئے ہر اور ذکر کو بھیجنے کی تکلیف دہی گئی ہے۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۲۰۰

علامہ شکیبى اصفہانی کی طرف صادر فرمایا:

نفحات کی مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں میں کی تشریح طلب کی گئی تھی۔

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله الطاهرين  
تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اور حضور سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوة و سلام کا نزول ہوتا  
رہے۔

آپ نے فرمایا تھا کہ نفحات کی وہ عبارات جو مغلی اور مشعل میں تشریح کی جاتے اس بنا پر چند کلمے لکھنے کی جرات  
کی ہے۔

میرے مخدوم و مکرم! عین اقتضاء بھرائی رحمتہ اللہ علیہ ان لوگوں کا حال بیان کرتے ہوئے جو بغیر کسی  
رہبر کے نہ چلے ہوئے راستے پر پہنچے، فرماتے ہیں کہ "ان میں سے بعض کو مغلوں نے اپنی پناہ میں نگاہ رکھا اور  
مستی ان کے سر کی ساٹھان ہو گئی اور جو باتیں تھا اس کے سر کو قطع کر دیا۔"

راہ مسلوک (جاری) سے مراد واہ علم سلوک کا راستہ اور دس مشہور مقامات کا ترحیب دار اور مفصل  
طور پر طے کرنا ہے۔ اور اس راستے میں نفس کا تزکیہ قلب کے تصفیہ پر مقدم ہے۔ اور اس میں انابت و توبہ  
ہدایت کی شرط ہے۔ اور راہ نامسلوک سے مراد جہد اور محبت کا راستہ ہے۔ اور اس میں تصفیہ قلب تزکیہ نفس

لے آپ کی کنیت ابو الفضائل اور نام عبد اللہ بن محمد الیاء بھی ہے بقیہ میں القضاۃ ہے آپ شیخ محمد بن حمویہ اور شیخ  
احمد غزالی کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ کے صوری اور معنوی کمالات و فضائل آپ کی تصنیفات سے ظاہر ہیں  
جس قدر شعب حفاظ آپ نے کیا ہے کم ہی کسی اور بزرگ نے کیا ہوگا۔ آپ صاحب کرامات بزرگ تھے۔  
ونفحات الانس



پر مقدم ہے۔ اور یہ اجتہاد کا راستہ ہے جس میں انابت و توبہ کی شرائط نہیں۔ اور یہ راستہ محبوبوں اور مرادوں کا راستہ ہے برخلاف پہلے راستے کے کہ وہ محبتوں اور مریدوں کا راستہ ہے۔

تو ان میں سے بعض جو قوت جذبہ اور محبت کا غلبہ رکھ مغلوبی اور مستی سے یہی مراد ہے رکھتے تھے۔ آفاقی اور انفسی یعنی ظاہری اور باطنی شیطانوں کی شرارت سے محفوظ رہے۔ اور ان کے بہکانے اور گمراہ کرنے سے بچے رہے۔ اگرچہ ان کا کوئی رہبر نہ تھا۔ لیکن فضل الہی نے ان کی رہبری کی اور ان کو مطلوب حقیقی تک پہنچا دیا۔ اور ان میں سے جو باتیز تھا یعنی جذبہ کی قوت نہ رکھتا تھا۔ اور محبت کا غلبہ اس کے حق میں مغلوب تھا۔ چونکہ کوئی اس کا رہبر نہ تھا اس لئے یہی کے دشمنوں نے اس کو راستہ سے بہکا دیا۔ اور اس کو ہلاک کر دیا۔ اور اسے واقعی موت میں گرفتار کر دیا۔

اور منجملہ مغلوبوں کے وہ دو ترک تھے جن کی نسبت حسین قصاب نے رمز و اشارہ سے حکایت کی ہے کہ میں ایک بڑے قافلہ کے ساتھ ایک راستہ میں جا رہا تھا کہ ایک اس قافلہ سے دو ترک باہر نکل گئے اور ہر ایک راستہ کو اختیار کیا۔ غرض وہ راستہ جس پر بڑا قافلہ جا رہا تھا۔ وہ راہ سلوک ہے جو دس مشہور مقامات کو مفصل اور ترتیب وار قطع کرنے سے ملے ہوتا ہے۔ کیونکہ اکثر مشائخ خاص کر متقدمین اسی راستے سے اپنے مقصد تک پہنچے ہیں۔ اور غیر جاری راستہ جو ان دونوں ترکوں نے اختیار کیا۔ اور حسین قصاب نے اس راہ میں ان کی متابعت کی۔ وہ جذبہ اور محبت کا راستہ ہے جو اس مشہور اور جاری راہ کی نسبت وصول الہی کے بہت نزدیک ہے۔ اور اس راہ کا مقدمہ لذت اور آرام پانا ہے۔ جو جس سے بے ہوشی ہوئے اور شعور سے بے شعور ہونے کا باعث ہے۔ اور اس حالت سے لات مراد لی ہے۔ اور جب خلق سے یہ بے ہوشی اور بے شعور ہونا حق تعالیٰ کے حضور اور شعور کو شامل ہے۔ تو اس حضور اور شعور کو چاند کے لفظ سے بیان فرمایا۔

یہ مقام کچھ شرح چاہتا ہے گوش ہوش سے سن چاہیے کہ جسد کا مدبر روح ہے۔ اور قالب کا مربی قلب ہے۔ تو اسے جسد ہی قوت روحانی سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور جسمانی حواس قلب کی نورانیت سے مستفاد ہیں۔ پس نامہ پار حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف قلب اور روح کو توجہ کرنے کے وقت جو طریقی جذبہ میں لازم ہے۔ ابتدائے حال میں کہ کمی اور نقص کا وقت ہے جسد کی تدبیر اور قالب کی تربیت میں فتور پڑ جاتا ہے۔ جو جس کے بیکار ہونے اور شعور سے بیخبر ہونے کا باعث ہو جاتا ہے۔ اور قوائے اور اعضا کی سکستہ تک پہنچا دیتا۔ اور بے اختیار زمین پر سکا دیتا ہے۔

اس حالت کو شیخ اجل شیخ محمد الدین بن عربی قدس سرہ نے فتوحات مکیہ میں سماع روحی سے تعبیر کیا ہے۔ اور وہ سماع جس میں حرکت ووری اور نقص ہے اس کو طبعی سماع کہا ہے۔ اور اس سے منع کرنے



میں بڑا مبالغہ کیا۔ پس ثابت ہوا کہ ظاہری غیبت باطنی حضور کو شامل ہے اور جسد کا جیس ہونا شعور و روحی پر مشتمل ہے۔ جس کی تعبیر چاند سے مناسب ہے۔ اب ہم پھر اصل بات کو بیان کرتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ چاند کا سیاہ بادل میں چھپ جاتے سے مراد صفات بشریہ کا ظہور ہے۔ جو بتدیوں کے اس حضور و آگاہی کو پردہ میں چھپا لیتا ہے۔ اور یہ پردہ میں آجانا اور مریانی حالات تک ہی ہے۔ کیونکہ ابتدا سے گور کر درمیان میں آ جانے والوں کے لئے پوری پوشیدگی نہیں ہوتی صرف کچھ قدرے ہوتی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ انہی معنوں سے کہا ہے کہ جب آدمی رات ہوئی پھر چاند بادل سے نکلا اور ان دو جہانفروں کے قدموں کے نشان کو میں نے پھر معلوم کیا۔ کیونکہ حالت بسط میں جو حضور و آگاہی کا وقت ہے راستہ روشن ہو جاتا ہے اور مسافت زیادہ طے کی جاتی ہے۔ جب صبح ہوئی یعنی وہ غیبت و ذہول و گور ہو گیا اور وہ حضور و آگاہی زیادہ ہو گئی۔ اور خلق کی توجہ کے ساتھ جمع ہوئی۔ اس حضور کا کنایہ آفتاب طلوع ہونے سے کیا ہے۔ اور پہاڑ سے مراد بشریت کا وجود ہے جو اس وقت پر ظاہر کیا گیا۔ کیونکہ اس راستے میں نفس کا تڑکیہ قلب کے تصفیہ کے بعد ہے۔ اور چونکہ وہ دونوں ترک قوت جذبہ اور محبت کا غلبہ رکھتے تھے۔ اس لئے بہادران کی طرح بشریت کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور ایک دم میں اُس کے اوپر جا پہنچے۔ اور ایک قسم کی فنا سے مشرف ہو گئے۔ اور حسین قصاب میں چونکہ اس طرح کے جذبہ کی قوت نہ تھی۔ بڑی محنت سے اس پہاڑ پر چڑھا۔ لیکن وہ بھی ان ترکوں کی متابعت کی برکت سے میسر ہوا۔ ورنہ اس کا سر اڑا دیتے اور ہلاک کر دیتے۔

لشکر گاہ اسیان شام کے مرتبہ سے مراد ہے جو حقائق امکانی کے تعینات اور وجودی علمی تعین کا جامع ہے کہ بے نہایت خیمے ان تعینات سے کنایہ ہے۔ اور ان کے درمیان ایک بڑا خیمہ جس کو سلطانی خیمہ کہا۔ اس سے تعین علمی و وجودی کی طرف اشارہ ہے۔ اور جب حسین قصاب نے سنا کہ وہ سلطانی خیمہ ہے تو خیال کیا کہ اب مطلب کو پہنچ گیا۔ چاہا کہ سکر و مستی کی سواری سے جس کی مدد کے بغیر یہ راہ طے نہیں ہو سکتا۔ نیچے اترے اور مطلوب کو پا کر آرام کرے۔ ابھی دایاں پاؤں رجوع سے مراد ہے کیونکہ اس راہ نامسلوک میں قلب و رجوع کے پاؤں سے چلتے ہیں نہ علم و عمل کے پاؤں سے کیونکہ یہ راہ سلوک سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور اول چیز جو مستی سے نکلتی ہے یہی رجوع ہے اور پھر قلب نکلتا ہے جس سے مراد بایاں پاؤں ہے (رکاب سے نکالا ہی تھا کہ اس کے کان میں الہام پہنچا کہ سلطانی خیمہ میں نہیں ہے۔ اور واقعی اسی طرح ہے۔ اور حسین قصاب چونکہ جذبہ کی قوت نہ رکھتا تھا۔ تھوڑی سی بشارت سن کر مستی سے نکل آیا۔ اور وہ دو ترک چونکہ جذبہ قوی اور غلبہ محبت رکھتے تھے۔ اس قسم کی بشارتوں پر فریفتہ نہ ہو گئے۔ اور بہادری کی طرح اوپر چڑھ گئے۔ حسین قصاب اگر ہزار سال تک بھی انتظار کرے ہرگز سلطان کو خیمہ میں نہ پاسے گا۔ کیونکہ وہ وراہ الہا ہے۔



قولہ: گھوڑے پر چڑھ کر شکار کو گیا ہے۔ یعنی خوبصورت مظہروں اور جلوہ گاہوں پر بیٹھا ہے۔ اور عاشقوں کے دلوں کو شکار کر رہا ہے۔ یہ آواز اور یہ بات حسین قصاب کے فہم و سمجھ کے موافق تھی۔ جو تنزیل کے طور پر اس سے کہی گئی۔ جسے جگہ ذات تعالیٰ و تقدس ہے وہاں بیٹھا اور شکار کے لیے جانا کچھ معنی نہیں رکھتا ہے۔

لا وہو اناں سرائے لوتہ بھی باز گشتند و جیب و کیسہ تہی

ترجمہ: لوگ لاہو و معرفت کی پرہیزگار سرائے جیب اور کیسہ خالی سے کر واپس لوٹ آئے۔ اس عبارت سے ایک اور معنی دل سست میں آئے جو مقام تعز و اکبریا کی مناسب ہیں۔ اگرچہ یہ معنی بھی اس پاک بارگاہ جل شانہ کے لائق نہیں ہیں۔ لیکن دوسرے معنوں سے زیادہ بہتر اور مناسب ہیں۔ اور وہ معنی یہ ہیں کہ وہ وحدت پر جو تعین اول ہے اور مرتبہ واحدیت سے بڑھ کر ہے، بیٹھا ہے اور چونکہ مرتبہ وحدت میں تمام علمی اور عقلی تعینات کا استہلاک اور فنا ہے۔ اس لیے شکار کو جو وحوش و طیور کے ہلاک کا باعث ہے۔ اس مقام کے مناسب جان کر شکار کے لیے گیا ہوا فرمایا:

شیخ محمد معشوق طوسی اور امیر علی عبود شاہ کی شکار گاہ میں پہنچ گئے اور اس کا شکار ہو گئے۔ لیکن معشوق طوسی زیادہ آگے اور زیادہ قریب ہے۔ اور حسین قصاب پادشاہ کے واپس آنے کی امید پر واحدیت کے خمیوں ہی میں رہا۔ وَاللّٰهُ مُبْتَلَاۗتُہٗۤ اَشَدُّ مِمَّۤیۡ بَحْثِیۡقِیۡۤ الْمُرَادِ وَمَا فِیۡہِ مِنْ الْقَوَابِیۡ وَالْاَسْدَادِ اور حقیقت مراد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اس میں بہتری اور صواب اُسی کو معلوم ہے۔

میر نے مخدوم طریق نقشبندیہ قدس سرہم کے بزرگواروں نے اسی نامسلوک راستہ کو اختیار کیا ہے۔ اور یہ غیر مقررہ رستہ ان بزرگواروں کے طریقے میں مقررہ راہ بن گیا ہے۔ اور بے شمار لوگوں کو اسی راہ سے توجہ و تقرب کے ساتھ مطلب تک پہنچاتے ہیں۔ اس طریق کے لیے وصول لازم ہے۔ بشرطیکہ پیر مقتدا کے آداب کو مد نظر رکھا جائے۔ کیونکہ اس طریق میں بوڑھے اور جوان اور عورتیں اور بچے وصول میں برابر ہیں۔ بلکہ مڑے بھی اس دولت سے امیدوار ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ میں نے حق تعالیٰ سے ایسا طریق مانگا ہے جو بلاشبہ مطلوب تک پہنچانے والا ہے۔

اور حضرت خواجہ علامہ الدین عطار قدس سرہ نے خواجہ نقشبند کے خلیفہ اول میں اس معنی کی وضاحت کے طور پر یہ شعر پڑھا ہے:-

مگر لنگشتی دل دربانِ دراز قفل جہاں را ہمہ بکشار سے

ترجمہ: اگر دراز و بھید کے دربان کا دل ٹوٹنے کا غم نہ ہوتا تو میں تمام جہاں کے تسلی کھول دیتا



شَبَّهَنَا اللَّهُ بِمُحَمَّدٍ عَلَى طَرِيقَتِهِ وَلَا يَحْزَنُ إِلَّا كَمَا يَحْزَنُ اللَّهُ تَعَالَى بِهِمْ كَوَانِ بَنَدُگُوَارُوں کے طریقے پر ثابت قدم رکھے۔

## مکتوب نمبر ۲۰۱

ایک استفسار کے جواب میں کوچک بیگ حصار کی طرف لکھا ہے :  
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ ۝ اَللّٰهُ تَعَالٰی کی حمد و ثنا اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ جناب کوچک بیگ حصار ہی نے پوچھا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ علوم سب کے سب دو تین حرفوں میں مندرج ہیں۔ اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں ؟ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ ظاہر اس شخص نے علم و سماع اور کتابوں کے مطالعہ کی رُو سے کہا ہوگا۔ کیونکہ متقدمین بندگان سے اس قسم کی باتیں سرنو ہوئی ہیں۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ تمام علوم بسم اللہ کی بائیں مندرج ہیں۔ بلکہ اس باکے نقطہ میں۔ اور اگر وہ شخص اس بات میں کشف کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا امر و دعویٰ سے خالی نہیں۔ اگر وہ یہ کہے کہ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ تمام علوم دو تین حرفوں میں عام طور پر مندرج ہیں۔ خواہ ان دو تین حرفوں کو اس کے معلوم کے ساتھ مخصوص کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ تو صدق کا احتمال رکھتا ہے۔ اور اگر کہے کہ سب علوم کو دو تین حرفوں کے ضمن میں مجھ پر منکشف کیا ہے۔ اور ان دو تین حرفوں کے صفحہ میں تمام علوم کا مطالعہ کرتا ہوں۔ تو وہ جھوٹا مدعی ہے۔ اس بات کا یقین نہ کرنا چاہیے۔ وَالسَّلَامَةُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی ۝ وَالْتَزَمَ مَسْجِدَ الْمُصْطَفٰی ۝ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَامُ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ ۝ اَللّٰهُ تَعَالٰی کی حمد و ثنا اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ اس شخص پر جس نے ہدایت کی اتباع کی اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب نمبر ۲۰۲

میرزا فتح اللہ خاں کی طرف سے ارسال فرمایا :

ان لوگوں کے حال پر افسوس کہنے میں جہوں نے اپنے آپ کو ان بندگان کی حقیقت کی رُسی میں پرویا اور پھر بلاد و جہاں بندگانوں سے قطع تعلق کر لیا۔

شَبَّهَنَا اللَّهُ بِمُحَمَّدٍ عَلَى طَرِيقَتِهِ وَلَا يَحْزَنُ إِلَّا كَمَا يَحْزَنُ اللَّهُ تَعَالَى بِهِمْ كَوَانِ بَنَدُگُوَارُوں کے طریقے پر ثابت قدم رکھے۔



الصلوة والسلام والحيّة۔ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسندیدہ اور سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔

ایک دن مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کی غیرت کی نسبت گفتگو ہو رہی تھی کہ اس اثنا میں اس بات کا بھی ذکر درمیان آیا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا، جنہوں نے اپنے آپ کو ان بزرگواروں کی جماعت میں داخل کیا ہے یا ان کے ضمن میں اپنے آپ کو لائے ہیں۔ اور انہوں نے قبول فرمایا ہے۔ اور پھر بلاوجہ و بے سبب ان بزرگواروں سے تعلق کاٹ لیا۔ اور ظن و گمان سے دوسرے کے دامن کو جاکھڑا ہے۔ اس ضمن میں آپ کا اور قاضی ستام کا بھی ذکر ہوا تھا۔ یہ بات ٹھیک معلوم نہیں شاید ایک لمحہ تک ہوتی رہی ہوگی۔ اور وہ بھی خاص موقع پر مبنی تھی۔ بعد ازاں خدا نہ کرے کہ فقیر نے کسی مسلمان کو تکلیف دینے کا ارادہ کیا ہو یا دل میں کینہ پھپکار کا ہو۔ اپنی خاطر شریف کو اس بات سے جمع رکھیں۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمارا طریق دعوت اسما کا طریق نہیں ہے۔ اس طریقہ کے بزرگواروں نے ان اسماء کے مستحق میں فنا ہونا اختیار کیا ہے۔ اور ابتداء ہی سے ان کی توجہ احدیت صریح کی طرف ہے۔ اور اسم و صفت سے سوائے ذات کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نہایت ان کی ہدایت میں مندرج ہے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا      میرے باغ سے میری بہار کا اندازہ کر لو

اب چونکہ اس تذکرہ نے بیشتر فکروں کی وجہ سے ایک نئی صورت پیدا کر لی ہے۔ اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ اس طرف سے کئی قسم کی وہی باتیں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے ان کے دفع کرنے کے لئے یہ چند کلمے لکھنے کی جرات کی۔ آپ کی آشنائی سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی آپ کی نا آشنائی سے کچھ نقصان پہنچتا ہے۔ صرف آپ کی خیر خواہی ملحوظ و منظور تھی۔ لیکن التواضیٰ بالقرآن لا یستحق الشکر و جہ اپنے ضرر پر آپ راضی ہو وہ شفقت و مہربانی کا مستحق نہیں ہوتا مثل مشہور ہے۔ یقیناً بیان لیں کہ اس فقیر نے آپ کے ضرر کا ارادہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی انشاء اللہ تعالیٰ کرے گا۔ وہ تو صرف ایک بات تھی جو ان کی غیرت کے جو درویشوں کو ہونی چاہیے۔ مناسب موقع پر کہی گئی تھی۔ دل میں کسی قسم کے فکر کو دخل نہ رہی۔

دوسرے یہ کہ وہ شخص جو اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل مانتا اس کا امر و مال سے خالی نہیں ہے یا وہ زندیق محض ہے یا جابل مروت۔ چند سال ہوئے کہ اس فقیر نے اس سے پہلے بھی فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے بارہ میں ایک مکتوب آپ کی طرف لکھا تھا پھر تعجب کی بات ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد بھی آپ اس قسم کی باتیں پسند کرتے ہیں۔ وہ شخص جو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کہے۔ اہل سنت و جماعت کے گروہ سے نکل جاتا ہے تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے جو اپنے







نہیں ہوتا۔

حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے کہ اعمال نیکنے والے فرشتوں کے سوا خدائے تعالیٰ کے چند ایسے فرشتے ہیں جو راستوں اور بانزاروں میں اہل ذکر کی تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ جب وہ ذاکروں کے گروہ کو کہیں ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آؤ تمہارا مطلب حاصل ہو گیا۔ پس جمع ہو کر اپنے پہلوں سے ان کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ جب وہ ذکر سے فارغ ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان پر جاتے ہیں۔ پس حق تعالیٰ مالک اپنے بندوں کے حال کو بخوبی جانتا ہے، فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کیسے دیکھا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ خدا یا تیری حمد و ثنا کرتے تھے۔ اور تجھ کو بزرگی سے یاد کرتے تھے اور تجھ کو تمام محبوب اور نقصان سے پاک بیان کرتے تھے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہو۔ مالک عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ بزرگی اور پاکیزگی سے یاد کریں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا طلب کرتے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ بہشت مانگتے تھے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ بہشت کو دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں پھر اس سے زیادہ اس کی طلب اور حرص کریں۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے ڈرتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دوزخ سے ڈرتے تھے۔ اور تجھ سے پناہ مانگتے تھے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ پناہ مانگیں۔ اور اس سے زیادہ ڈریں اور بھاگیں۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے فرشتوں کو کہ تم گواہ رہو میں نے سب کو بخش دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں یا رب اس ذکر کی مجلس میں فلاں آدمی ذکر کے لئے نہیں آیا تھا۔ بلکہ کسی دنیاوی حاجت کے لئے آیا تھا۔ ان میں سے بیٹھ گیا تھا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ انا جلیسین من ذکر فی زمین اس کا ہم نشین ہوں جس نے میرا ذکر کیا اس کے بموجب میرے ایسے ہم نشین ہیں۔ ان کا ہم نشین ہونا نہیں ہوتا۔

۱۔ بخاری و مسلم شریف بروایت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۴۱۱ کے بخاری شریف بروایت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ  
۲۔ حضور غوث الثقلین الشیعہ محمد بن عبد القادر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ شعر

انا من رجال لا یخاف جلیسہم رب الزمان ولا یری ما یرہب

ترجمہ: میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کے ہم نشین کو زمانے کے حوادث کا کوئی ڈر نہیں۔ اور وہ کوئی ڈر  
کہ چیز دیکھے گا۔



اس حدیث اور پہلی حدیث اَلْمُرُفَعُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ سے لازم آتا ہے کہ ان کے محبوب ان کے ساتھ ہیں اور جو کوئی ان کے ساتھ ہے وہ بدرجہت نہیں ہوتا۔

ثَبَّتَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَرِائَاطَاكُمْ عَنْ تَحْبَةِ هَؤُلَاءِ الْكِرَامِ بِحُورَةِ النَّبِيِّ الْأَمِيِّ الْهَاشِمِيِّ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِلِهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ وَالْبَرَكَاتُ كُلُّهَا ذِكْرُهُ الذَّاكِرُونَ وَكُلُّهَا عَقْلٌ عَنْ ذِكْرِهِ انْفَاقُونَ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو ان بزرگوں کی محبت پر ثابت قدم رکھے بھروسہ النبی الامی الهاشمی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام جب تک ذکر کرنے والے اس کا ذکر کریں اور غافل اس کے ذکر سے غافل رہیں۔

اور جو آپ نے اپنے احوال کی نسبت شیخ الحداد کے مکتوب میں لکھا تھا۔ اس قسم کی نیستی اور گم ہونا بہت طالبوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ اپنی ہمت بند رکھیں اور جو کچھ حاصل ہو۔ اُس پر قناعت نہ کریں۔

بس پیرنگ است یار و خواہ لے دل قانع نشوی ہرنگ ناگاہ لے دل

ترجمہ: دل کو چاہئے والا یاد بہت بے رنگ ہے۔ لے دل اچانک کسی رنگ پر قناعت نہ کر لینا ۱۲

اس گروہ کی محبت نہایت ضروری ہے حق تعالیٰ ان لوگوں کی صحبت میں داخل کرے۔

گر دستاں گر و گریئے کم رسد بوسے رسد گر چہ بوسے ہم نہ باشد رویت ایشاں بس است

ترجمہ: مستوں کے گرد گھومتے رہو اگر ان سے شرب نہیں ملے گی بڑا ضرور پہنچے گی۔ اور اگر بڑھتی نہ پہنچے تو ان کو

دیکھ لینا ہی کافی ہے۔

اسی طریق پر جو حضرت قنبد گاہی خواجہ عبدالباقی قدس سرہ سے استفادہ کیا ہے۔ اللہ کے اسم مبارک کو کامل توجہ کے بعد بچوئی اور بیچونگی کے معنے سے دل میں گزاریں۔ اور حاضر و ناظر کے معنی کا تصور نہ کریں۔ بلکہ کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھیں۔ اسی اسم مبارک کو اچھی توجہ کے بعد ہمیشہ دل میں حاضر رکھیں بعض ضروری باتیں حضور و صحبت پر منحصر ہیں۔ اگر ملاقات تمیسر ہوئی تو بیان کی جائیں گی۔ ملاقات کے وقت تک تازہ احوال لکھتے رہیں۔ کیونکہ ان کا مطالعہ غائبانہ توجہ کا باعث ہوتا ہے۔ والسلام۔

## مکتوب نمبر ۲۰۴

میر محمد نعمان بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اہل خیران کے طعنوں سے رنج محسوس نہ کریں اور جو کام درپیش ہے اس میں

مشغول رہیں اور دوستوں کی جمعیت اور ترقیوں کے حاصل ہونے میں کوشش جاری رکھیں۔



جناب میر نعمان اہل خسران کی پریشان باتوں سے رنج نہ اٹھائیں۔ قُلْ كُلُّ يَعْمَلْ لِنَفْسِهِ کہ ہر ایک اپنی طرفہ پر کام کرتا ہے۔ آپ کو لائق ہے کہ ان کے بدلے اور مکافات کے درپے نہ ہوں۔ وروغ کو کبھی فروغ نہیں ہے۔ ان کی مناقض باتیں ہی ان کے بانہار کی رونق کو کم کر دیں گی۔ مَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَلَا فَتَالَهُ مِنْ نُورٍ جس کے لئے اللہ نے کوئی نور نہیں بنایا اس کے لئے کوئی نور نہیں۔ وہ شغل جو درپیش ہے اس میں کوشش کریں۔ اور اس کے غیر سے آنکھ بند کر لیں۔ قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ لَكُمْ فِي خُوضِهِمْ يَلْعَبُونَ کہ اللہ ہر چہر چہر سے ان کو ناکہ اپنی بیہودہ باتوں میں لگے رہیں۔

آخری محمد صادق وقت پر آپہنچے۔ عشرہ المحکات اتفاق سے بجالائے۔ اور فتوحات اور واروات تازہ سے مشرف ہوئے۔ الحمد للہ کہ تمام دوستوں کے اوقات جمعیت سے گزرے ہیں۔ اور پے درپے ترقیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

وَعَلَى اللَّهِ تَعْلَى خَيْرٌ خَلْقِهِمْ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٌ وَآلِهِ وَتَحِيَّهِ وَسَلَّمَ وَبَارِكْ عَلَيْهِمْ وَعَلَيْهِمْ  
الْجَمْعِيَّة

## مکتوب نمبر ۲۰۵

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا :

اس بیان میں کہ اصل مقصود صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال متابعت سے مشرف فرمائے۔

کیونکہ صدیقین کی اصلی غرض اور مقصود یہی ہے۔ اور اس کے سوا سب کچھ جھوٹے دھم اور بیہودہ خیالات

ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو اور ہم کو ان سے بچائے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْ مَنْ أَتْبَعَ الْهُدَى وَالْتَّوْبَةُ مُتَابِعَةُ

الْمُحْصَنِينَ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالصَّلَامَاتُ دَائِمًا۔ اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت

کی پیروی کی اور حضرت مصطفیٰ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو ہمیشہ لازم رکھا۔



## مکتوب نمبر ۲۰۶

علاء اللہ الغفور سمرقندی کی طرف لکھا:

دنیا اور اس کے ناز و نعمت میں گرفتار ہونے کی برائی میں۔

اللَّهُمَّ نَبِّهْنَا قَبْلَ أَنْ يُنَبِّهَنَا الْمَوْتُ بِخُذُوعِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ  
وَعَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامَاتُ وَالسَّلَامَاتُ وَآلِهِمْ وَأَفْضَلُهَا يَا اللَّهُ تَوْحِيدُ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ  
وَسَلَّمَ كَيْ لَا يَلِغَ أَكْثَرُ مَرَّةٍ مِثْرَاسٍ كَمَا كَرِهَ بَرُّهُمُ كَوْنُ مَوْتِ أَكْثَرُ مَرَّةٍ.

آپ کا شریف اور لطیف خط جو اس دورِ اندازہ حقیر کے نام لکھا ہوا تھا پہنچ کر بڑی خوشی کا باعث ہوا۔  
جَزَاكَ اللَّهُ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ يَا اللَّهُ تَعَالَىٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

اے بھائی! آدمی کو چرب اور لذیذ کھانوں اور نفیس اور دیدہ زیب کپڑوں کے لئے دنیا میں نہیں لائے۔  
اور عیش و عشرت اور کھیل کود کے لئے پیدا نہیں کیا۔ بلکہ انسان کے پیدا کرنے سے مقصود اس کی ذلت و انکسار  
اور عاجز و محتاجی ہے جو بندگی کی حقیقت ہے۔ لیکن وہ انکسار اور احتیاج جس کا شریعت مصطفویہ علیہ صلوٰۃ  
والتسلیم نے حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ باطل لوگوں کی وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو شریعت روشن کے موافق  
نہیں ہیں۔ سوائے غمار کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔ اور ان سے حوائجِ حسرت اور ندامت کے کچھ حاصل نہیں  
ہوتا۔ چاہیے کہ اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ علیہم کے عقائد کے موافق احکام شریعہ سے عملی اور اعتقاد کا  
طور پر اپنے ظاہر کو آراستہ اور پیراستہ کرنے کے بعد اپنے باطن کو ذکرِ الہی سے آباد رکھیں۔ اور وہ سبق جو طریقہ  
تعلیمی نقشبندیہ قدس سرہم سے اخذ کیا ہے، اس کا ٹکرا کر دیں۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے طریق میں انتہا ابتدا میں  
درج ہے۔ اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے اعلیٰ ہے۔ کوتاہ اندیشی ان باتوں کا یقین کریں یا نہ کریں۔ فقیر  
کا مقصود دوستوں کو رغبت اور شوق دلانا ہے۔ مخالف اس بحث سے خارج ہیں۔

ہر کہ افسانہ بخواند افسانہ ایست ہر کہ نقدش دید خود مروانہ ایست

ترجمہ: جس نے اسے افسانہ قرار دیا وہ خود افسانہ ہے یعنی بے حقیقت ہے اور جس نے اسے اپنا مقصد قرار دیا وہ مراد  
مغرض یہ کہ عاقبت کی بہتری ذکر پر وابستہ ہے۔ قَدْ أَكْرَمَ اللَّهُ كَثِيرًا تَعْلَمُكُمْ تَفْهَمُونَ اس مطلب



گواہ ہے۔ پس ذکر کثیر کو ہر قرار رکھنا چاہیے۔ اور جو کچھ اس دولت کے نامناسب ہے۔ اس کو دشمن جاننا چاہئے۔  
نجات کا علاج یہی ہے۔

ذکر گو کرتا تھا ایمان است پاکھے دل ز ذکر رحمان است

ترجمہ: جب تک تم میں جان باقی ہے ذکر اور یاد الہی میں لگے رہو۔ کیونکہ دل کی پاکیزگی ذکر رحمان پر منحصر ہے۔ ۱۲  
مَا تَحِطُ الرَّسُولُ إِلَّا بِالسَّلَاحِ قاصد کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔ اَلَا سَيُخَوِّدُ اللّٰهُ تَطَوُّعَ الْقُلُوبِ  
سنن لواء اللہ کے ذکر سے دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ نفس قاطع ہے۔ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التبا ہے  
کہ اس پر ثابت اور ہر قرار رہنے کی توفیق عطا فرما سے۔ کیونکہ اصل مقصود یہی ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ وَالْتَزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُحْطَفِ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ الْإِبْرَةِ الْقُلُوبِ  
وَالْقَلْبَانِ مَا أَتَمَّهَا وَأَحْمَلَهَا اور سلام ہو اُس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفیٰ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

جامہ فرجی یعنی قبا جو نیک و قوتوں میں کئی دفعہ پہنایا گیا ہے۔ ارسال کیا گیا ہے۔ اس کو پہن لیں۔ حق تعالیٰ  
اپنے نبی اور ان کی آل پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل تمام کاموں کا انجام بخیر کرے۔

## مکتوب نمبر ۲۰۷

مرزا احسان الدینی احمد کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کو ظاہری اور جسمانی قرب کو دلوں کے قرب میں بڑی تاثیر ہے۔ اور اس بیان میں

کہ وجد و حال کو جب تک شرح کے میزان پر نہ تو لیں نیم دام سے بھی نہیں خریدتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ تمام حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس

کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

مدت کزری ہے کہ جناب کی اور حضرات مخدوم زاہدوں کی اور فرزند سی میاں جمال الدین حسین اور باقی

عزیزوں اور بزرگوں اور بلند بارگاہ کے خادموں بالخصوص میاں شیخ الہ داد اور میاں الہ دیا کی خیریت کی خبر

نہیں پہنچی۔ اس کا مانع سوائے اس امر کے کچھ نہ ہوگا کہ شاید جناب نے اس دور افتادہ کو مہجلا دیا ہوگا۔ ہاں



بدلوں کے قرب کو دلوں کے قرب میں بڑی تاثیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ولی صحابہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ خواجہ  
اولیں قرنی رحمۃ اللہ علیہ باوجود اس قدر بلند مرتبہ ہونے کے چونکہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں  
حاضر نہیں ہوئے اسی اہلی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔

کسی شخص نے معہ اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ معاویہ افضل ہے یا عمرو بن عبد العزیز۔ تو  
آپ نے جواب دیا کہ وہ غبارِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاویہ کے گھوڑے کے ناک میں اٹل  
ہوا۔ عمرو بن عبد العزیز سے کئی درجے بہتر ہے۔

اسی طرف کے احوال و اوضاع مع متعلقین اور تابعین کے بغیر و عافیت ہیں اس بات پر بلکہ تمام  
نعمتوں پر اور خاص کر اسلام اور حضرت سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کی نعمت پر اللہ تعالیٰ  
کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ کیونکہ اصلی مقصود یہی ہے۔ اور نجات کا مدار اسی پر ہے۔ اور دنیا و آخرت کی  
سعادت کا پانا اسی پر وابستہ ہے۔

ثَبَّتْنَا اللَّهُ وَإِنَّا كُمْ مَعَالَى ذِيكَ بِحَقِّ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ  
وَالسَّلَامَاتُ أَمْثَلُهَا وَآخِطَلُهَا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل  
اس متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

کار این است غیر از این ہمہ بیچ اصل کام یہی ہے باقی سب بیچ ہے

صوفیوں کی یہودہ باتوں سے کیا حاصل ہوتا ہے اور ان کے احوال سے کیا بڑھتا ہے۔ وہاں و عبد و مال  
کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تولیں نیم درم سے نہیں خریدتے۔ اور کشف اور الہاموں کو جب تک کتاب و  
سنت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیں نیم جو کے برابر بھی پسند نہیں کرتے۔

طریق صوفیہ پر سلوک کرنے سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کا جو ایمان کی حقیقت میں زیادہ یقین  
حاصل ہو جائے۔ اور فقہیہ احکام کے ادا کرنے میں آسانی عیسر ہو۔ نہ کہ اس کے سوا کچھ اور امر کیونکہ رویت  
کا وعدہ آخرت میں ہے اور دنیا میں البتہ واقع نہیں ہے۔ وہ مشاہدات اور تجلیات جن کے ساتھ صوفیہ خوش  
ہیں، وہ صرف غلال سے آرام پانا اور شبہ و مثال سے تسلی حاصل کرنا ہے۔ حق تعالیٰ و راہ الوہاب ہے۔

عجب کار و بار ہے کہ اگر ان کے مشاہدات اور تجلیات کی حقیقت پوری پوری بیان کی جائے تو یہ ڈر  
لگتا ہے کہ اس راہ کے مبتدیوں کی طلب میں فتنہ اور ان کے شوق میں تصور پڑ جائے گا۔ اور ساتھ ہی اس بات کا  
بھی ڈر ہے کہ اگر باوجود علم کے کچھ بھی نہ کہے۔ تو حق باطل کے ساتھ ملا رہے گا۔ یَا ذَا لَیْلِ الْمُنْعَرِفِینَ وَ لَیْلِ  
بَحْرُمَہُ مَنْ جَعَلَتْهُ رَحْمَۃً بِتَعْلَمِیْنِ عَلَیْہِ وَعَلَى آلِهِ وَالسَّلَامَاتُ اے سرگشتہ اور



حیرانوں کے راہ دکھانے والے ہم کو اس وجود پاک کی حرمت سے سیدھی راہ کی ہدایت کر جس کو تو نے رحمتِ اعلیٰ بنایا ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

کبھی کبھی اپنے احوال کی کیفیات سے اطلاع دیتے رہیں کیونکہ یہ امر محبت کے زیادہ ہونے کا موجب ہے۔  
وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هُدًى وَالتَّسْلِيمَ مِمَّنِ اتَّبَعَ الْمَضَلَّةَ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ الْقُلُوبَاتِ  
وَالْقُسَلِيَّاتِ وَالتَّجَنُّبَاتِ أَفْضَلُهَا وَآحْضَنُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی راہ اختیار کی  
اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم کچھ ہے۔

## مکتوب نمبر ۲۰۸

حضرت مخدوم زاہد یعنی محمد صادق کی طرف صادر فرمایا اللہ تعالیٰ اسے تادیر عقیدہ مندوں کے سروں پر قائم رکھے۔

اس سوال کے جواب میں کہ اس طریق کا ساک کبھی اپنے آپ کو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں پاتا ہے بلکہ بعض اوقات دیکھتا ہے کہ اس سے بھی اوپر چلا گیا ہے۔ اس میں کیا راز ہے۔  
میرے فرزند نے پوچھا تھا کہ اس زاہد کا ساک مقامات عروج میں کبھی اپنے آپ کو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں پاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات یوں محسوس کرتا ہے کہ ان مقامات سے بھی بلند چلا گیا ہے۔  
اس معنی کا راز کیا ہے۔ حالانکہ سب کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے کہ فضیلت انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سٹے ہے۔ اولیاء جو کچھ حاصل کرتے ہیں۔ یا ولایت کے مقامات تک پہنچتے ہیں۔ انہی کی متابعت سے پہنچتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وہ مقامات ان مقامات عروج کی نہایت نہیں ہیں۔ بلکہ ان بندگواروں کا عروج ان مقامات سے کئی مرتبہ بلند ہے۔ کیونکہ وہ مقامات اسمائے الہی جلشانہ سے مراد ہیں جو ان کے تعینات کے مبادی اور حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے فیوض کے وسیعے ہیں۔ کیونکہ حضرت ذوالکرام کے وسیعے کے بغیر عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے۔ اور فنا کے سوا کوئی نسبت حاصل نہیں ہے۔  
آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ كَفِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ اللہ جہاں والوں سے غنی ہے اس معنی پر گواہ ہے۔ اور

حضرت خواجه محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت سن ۱۰۰۰ میں ہوئی اور ۱۰۰۰ نور بیع الاول بروز پیر وصال فرمایا۔

شمارہ ۲۰۸ سورہ عنکبوت



جب یہ بزرگ وار مراتب عروج سے نزول فرماتے ہیں اور اوپر کے انوار کو اپنے ساتھ لے کر نیچے آتے ہیں تو ان اسماء میں ان کے مرتبوں کے اختلاف کے بموجب جہان کے طبعی مقامات کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں، اقامت فرماتے ہیں اور وطن بنا لیتے ہیں۔ پس اگر کوئی ان کو قرار پذیر ہونے کے بعد ڈھونڈے تو ان کو انہی اسماء میں پائے گا۔ پس وہ بلند استعداد والا جو حضرت ذات کی طرف متوجہ ہے ناچار عروج کے وقت ان اسماء میں پہنچا اور اس جگہ اوپر کو گزر جائے گا۔ الی ماشاء اللہ لیکن جب وہ سالک اوپر سے نیچے آئے گا۔ اور اس اسم میں جو اس کے وجودی تعلیق کا مبدع ہے نزول کرے گا۔ تو وہ اسم ذات ان اسموں سے جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات ہیں بہت نیچے ہوگا۔ اور اس جگہ مقامات کا فرق ظاہر ہو جائے گا کیونکہ انصافیت کا مدار اس بات پر ہے کہ جس کا مقام بلند ہے وہی افضل ہے۔ اور جب تک سالک اپنے اسم میں واپس نہ آئے اور اپنے اسم کو ان اسموں سے نیچے معلوم نہ کرے ان بزرگواروں کی انصافیت کو ذوق و حال کے طور پر معلوم نہیں کر سکتا۔ بلکہ تعلیق کے طور پر ان کو افضل کہتا ہے۔ اور پہلے یقین پر ان کی اولیت کا حکم کرتا ہے۔ لیکن اس کا وجہ ان فرق اس کے محکم کا کذب ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں بارگاہ الہی میں التبا اور ناری اور عجز و نیاز کرنا ضروری ہے تاکہ اصل حقیقت ظاہر ہو جائے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سالکوں کے قدم پھسل جاتے ہیں۔ اس جواب کو ہم ایک مثال سے واضح کرتے ہیں:-

معقولی یعنی اہل فلسفہ نے کہا ہے کہ دھواں غاکی اور آتش اجزا سے مرکب ہے۔ جس وقت دھواں اوپر کو جاتا ہے تو غاکی اجزا آتش اجزا کے ہمراہ اوپر چلے جاتے ہیں۔ اور قاسر کا قسر حاصل ہونے سے عروج کر جاتے ہیں۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ اگر دھواں قوی ہو۔ تو وہ کرہ نازک چڑھ جاتا ہے۔ اس وقت اجزائے غاکی اجزائے آبی اور اجزائے ہوائی کے مقامات میں جو بالطبع فوقیت رکھتے ہیں پہنچ جائیں گے۔ اور وہاں سے عروج کر کے اوپر چڑھ جائیں گے۔ اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اجزائے غاکی کا مرتبہ اجزائے ہوائی کے رتبہ سے بلند تر ہے۔ کیونکہ وہ فوقیت باعتبار قاسر کے ہے نہ باعتبار ذات کے۔ اور کرہ نازک پہنچنے کے بعد جب وہ اجزائے غاکی نیچے گریں گے اور اپنے اصلی مرکز پر پہنچیں گے۔ تو بیشک ان کا مقام آب و ہوا کے مقام سے نیچے ہوگا۔

پس بحث مذکورہ میں اس سالک کا عروج بھی ان مقامات سے باعتبار قاسر کے ہے اور وہ قاسر گری محبت کی زیادتی اور جذبہ عشق کی قوت ہے۔ اور ذات کے اعتبار سے اس کا مقام ان مقامات سے بہت نیچے ہے۔

یہ جواب جو کہا گیا ہے غیبی کے حال کے مناسب ہے۔ لیکن اگر ابتدا میں یہ وہم پیدا ہو جائے اور اپنے



آپ کو بزرگوں کے مقامات میں معلوم کرے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتدا و اور توسط میں ہر مقام کا فعل اور مثال ہے اور مقتدی اور متوسط جب ان کے غلال میں پہنچتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ ان مقامات کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں۔ اور غلال اور حقائق کے درمیان فرق نہیں کر سکتے۔ اور ایسے ہی بزرگوں کے خیر اور مثال کو جب اپنے مقامات کے غلال میں پاتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ ان مقامات میں بزرگوں کے ساتھ مشترک ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہاں شے کے فعل کا نفس شے کے مانند ہونا لازم آتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ وَجَنِّبْنَا عَنِ الْاِسْتِغَالِ بِالْمُسْلَاخِ وَبِحُزْمَةِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَالصَّلٰوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ اَتَمَّتْہَا وَاحْتَمَلَهَا يَا اللّٰہ تو ہم کو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل اشیا کی اصل حقیقت سے پورا پورا آگاہ کر رہو و نعب کے ساتھ مشغول ہونے سے بچا۔

## مکتوب نمبر ۲۰۹

میر محمد نعمان بخشی کی طرف صادر فرمایا:

رسالہ مبید و معاد کی بعض مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں اور بعض عبارتوں کے بیان میں جو اس کی تائید میں لکھی گئی ہیں۔ اور ایک مکتوب کے جواب میں جو اس طریق کی ضروری باتوں پر مشتمل ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلَی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اٰلِہٖ الطَّاهِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔ میرے سیادت پناہ عزیز بھائی میر محمد نعمان جمعیت سے رہیں۔ اس طرف کے احوال حمد کے لائق ہیں۔ سرائے فرخ میں رخصت ہونے کے وقت آپ نے اور بدو درم محمد اشرف نے اس عبارت کے معنی جو رسالہ مبید و معاد میں واقع ہے پوچھے تھے چونکہ وقت نے یاد دہانی نہ کی۔ اس لئے رکاوٹ واقع ہو گئی۔ اب دل میں آیا کہ اس عبارت کے حل میں کچھ لکھا جاوے تاکہ دوستوں کی تسلی اور تشفی کا موجب ہو۔ رسالہ کی عبارت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحلت فرمانے سے ہزار اور چند سال کے بعد ایک ایسا زمانہ آکر ہا ہے کہ حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج فرماتی ہے اور حقیقت کعبیہ کے مقام سے متحد ہو جائیگی اور اس وقت حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی ہو جائیگا۔ اور ذات احد علی سلطانہ کا منظر



بن جائے گی۔ اور دونوں اسم مبارک اپنے مسلمان کے ساتھ مستحق ہو جائیں گے۔ اور پہلا مقام حقیقت محمدی سے خالی رہے گا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و علیہ السلام نزول فرمائیں اور شریعت محمدی علیہ السلام کے موافق عمل کریں گے۔ اس وقت حقیقت عیسوی اپنے مقام سے عروج فرما کر حقیقت محمدی کے مقام میں جو خالی رہا تھا، قرار پکڑے گی۔

جہاں چاہیے کہ شخص کی حقیقت اس کے تعین و جوبی سے مراد ہے کہ اس شخص کا تعین امکانی اس تعین کا نخل ہے۔ اور وہ تعین و جوبی اس کے الہی مثل علیم و قدیر و مری و شکم و غیرہ میں سے ایک اسم ہے اور وہ اسم الہی اس شخص کا رب اور اس کے وجودی فیوض کا مبدع ہے۔ اور اس اسم کی نسبت حضرت ذات کے ساتھ مختلف مراتب میں ہے۔ مرتبہ صفت میں اور توابع و جوبی کہ اس کا وجود ذات کے وجود پہ زائد ہے۔ یہی اسم اطلاق پاتا ہے۔ اور مرتبہ شان میں بھی کہ اس کی زیادتی ذات پر مجر و اعتبار سے ہے۔ یہی اسم صادق آتا ہے۔ اور صفت و شان کے درمیان فرق، اس مکتوب میں جو سلوک اور مذہب کے بیان میں لکھا گیا تھا۔ مفصل ذکر ہاچکا ہے۔ اگر معلوم نہ ہو تو اس مکتوب کی طرف رجوع کریں۔ اور شک نہیں ہے کہ شان کا حاصل ہونا بھی اگرچہ مجر و اعتبار سے ہے۔ اس بات کا تعلق نہ کرتا ہے کہ اس سے اوپر اس کے شان کے مناسب اور زائد معنی ہوں جو اس کے وجود اعتباری کا مبدع ہوں۔ پس اس اسم کو اس مرتبہ سے بھی نصیب حاصل ہے اور اس معنی زائدہ کے فوق میں بھی یہ احتمال جاری ہے۔ لیکن قوت بشری اس کے غیبت کرنے سے عاجز ہے۔ اس فقرے بے بضاعت نے ایک اور مرتبہ کو بھی عبور کیا ہے۔ لیکن اس مرتبہ کے فرق میں سوائے استغراق اور نیستی کے کچھ حاصل نہیں ہے

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ بَرِّعَ الْعِلْمُ وَالْإِلَهِ

هَئِذَا لَا رُبَّابِ الثَّعْبِ بِهٖ نَعِيْمًا

وَلِلْعَالِيْنَ الْإِنْسِ حَكِيْمٌ مَّا يَسْتَفْرَغُ

ترجمہ: ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں اور عاشق مسکین کے لئے وہی درود و غم ہے جسے وہ گھونٹ گھونٹ

پنہا رہا ہے۔

اہل اللہ کی ایک دوسرے پر فضیلت اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق ان مختلف مراتب کے طے کرنے کے اعتبار سے ہے۔ اور اس اسم سے حاصل اولیا بہت تھوڑے ہیں۔ کیونکہ اکثر ان میں سے سلوک اور تفسیری کے طریق پر تمام مراتب امکانیہ سے عروج کرنے کے بعد اس اسم کے ظلال میں سے کسی نخل



تک واصل ہیں۔ اور صرف جذبہ کے طریق سے بھی اس اسم تکب واصل ہونے کا وہم کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ بے اعتبار اور بے اعتبار ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اس اسم سے عروج کیا ہے۔ اور مراتب متفاوتہ کو کم و بیش طے کیا ہے، وہ بہت ہی تھوڑے ہیں۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شخص کی حقیقت جیسے کہ تعین و جہول کو کہتے ہیں تعین امکانی کو بھی کہتے ہیں۔ جسہ یہ تدریج معلوم ہو گئے۔ تو میں کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات کی طرح عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہیں۔ اور وہ اسم الہی جو ان کے عالم خلق کی تربیت کرنے والا ہے۔ -  
 شان العلیم ہے۔ اور وہ جو ان کے عالم امر کی تربیت فرماتا ہے وہ معنی ہے جو اس شان کے وجود و اعتباری کا مبدع ہے۔ جیسے کہ گزر چکا۔ اور حقیقت محمدی شان العلیم سے مراد ہے۔ اور حقیقت احمدی اس معنی سے کہنا ہے جو اس شان کا مبدع ہے اور حقیقت کعبہ سبحانی بھی اسی معنی سے مراد ہے۔ اور وہ نبوت جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھی۔ اور اس مرتبہ کی نسبت خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ کُنْتُ نَبِيًّا وَ اَدْمُ بَيْتِ الْمَسْبُوحِ وَالطَّيِّبِ فِي نَبِيٍّ تَخَاجِكُ  
 آدم ابھی پانی اور کھجور میں تھا۔ وہ باعتبار حقیقت احمدی کے تھی جس کا تعلق عالم امر سے ہے۔ اور اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کلمۃ اللہ تھے اور عالم امر سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے  
 آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خوشخبری اسم احمد سے دی ہے اور فرمایا ہے مَبَشِّرًا  
 بِمَوْءِدٍ يَأْتِي مِنْ بَيْتِ اِسْمِهِ اَحْمَدُ خوشخبری دینے والا ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور  
 اُس کا نام احمد ہے۔ اور وہ نبوت جو عنصری پیدائش سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ صرف حقیقت محمدی کے اعتبار سے نہیں ہے۔ بلکہ دونوں حقیقتوں کے اعتبار سے ہے۔ اور اس مرتبہ میں آپ کی تربیت کرنے والی وہ شان اور  
 اس شان کا مبدع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مرتبہ کی دعوت پہلے مرتبہ کی دعوت کی نسبت زیادہ اتم ہے۔ کیونکہ

۱۔ ترمذی شریف بروایت حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بالفاظ

قَالُوا مَتَى وَجِبْتَ لَكَ النَّبُوَّةَ قَالَ اَدَمُ سَبِيْنُ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ

شرح السنۃ میں یہ روایت باب فی الفاظ مروی ہے

اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوبٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَ اَدَمُ مَلْجَدٌ فِی طَیْنَتِهِ

۲۔ پارہ ۲۸ سورہ صفت



اس مرتبہ میں آپ کی دعوت عالم امر سے مخصوص تھی۔ اور آپ کی تربیت مسلمانوں پر منحصر تھی۔ اور اس مرتبہ میں آپ کی دعوت خلق و مردوں کو شامل ہے۔ اور آپ کی تربیت اجساد و ارواح پر مشتمل ہے۔  
حاصل کا نام یہ کہ اس جہان میں آپ کی عنصری پیدائش کو آپ کی مٹکی پیدائش پر غالب کیا ہوا تھا۔ تاکہ مخلوقات کے ساتھ جن میں بشریت زیادہ غالب ہے۔ وہ مناسبت جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے زیادہ پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بشریت کے ظاہر کرنے کے لئے بڑی تاکید سے امر فرمایا ہے کہ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّهُ هِيَ تَحَارِيصُ مِثْلُكُمْ بِطَرِيقِ الْبَشَرِ مِثْلُكُمْ۔ اور وجود عنصری سے رحلت کر جانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت کی جانب غالب ہو گئی اور بشریت کی مناسبت کم ہو گئی۔ اور دعوت کی نورانیت میں تفاوت پیدا ہو گیا۔

۱۔ معلوم ہوا کہ عالم امر اور عالم ارواح میں بھی سب کی تربیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی اور آپ اجساد و ارواح دونوں کے مربی ہیں۔

۲۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت یا آپ کے نور ہونے کے متعلق حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کے مسلک و عقیدہ کی وضاحت آپ کی درج ذیل عبارات سے ہو جاتی ہے۔

۱۱۔ دفتر سوم مکتوب ثانی میں حضرت شیخ محمد والفت ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

باید دانست کہ خلق محمدی در رجب خلق سایر افراد انسانی نیست۔ بلکہ بخلق دیگر فردی از افراد عالم مناسبت ندارد کہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم با وجود نشاء عنصری از نور حق جل و علا مخلوق گشته۔ کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام خَلَقْتُ بَنِي نُوحٍ مِنْ نُوْرٍ اِمْلَکَ وَرِجَالًا مِنْ اَرْضٍ وَدَلَّتْ عَلَیْهِمْ نَشْأَةُ امْت۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش دوسرے افراد انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ جہاں کے تمام افراد میں سے کسی فرد کے ساتھ آپ کی پیدائش اور آپ کا وجود نور مناسبت و نسبت نہیں رکھتا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باوجود جسم عنصری رکھنے کے نور حق تعالیٰ سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا ہے "میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں" اور دوسرے کسی کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔

۱۲۔ اسی مکتوب میں چند سطر بعد فرماتے ہیں :

وَبَشَرٌ مِثْلُكُمْ مَعْلُومٌ گشتہ است کہ خلقت آنرور علیہ السلام ناشی از مکان است کہ بعقبات انسانی



بعض اصحاب کرامؓ نے فرمایا ہے کہ ابھی ہم آنحضرت علیہ السلام کے وطن سے دور نہ ہوئے  
کہ ہم نے اپنے دلوں میں فرق نہ کر سکیا۔ ہاں ایمان شہروری ایمان غیبی سے بدل گیا۔ اور وہاں آنفوش سے  
کوشش تک آپؐ پہنچا۔ اور دیکھو۔ یہ سخت تکذیب آگئی۔ اور حضور علیہ السلام کے زمانہ سے جب  
ہزار سال گزرے جو بڑی لمبی مدت اور بڑا دراز زمانہ ہے۔ تو وہ مانیات کی طرف اس طرح غائب ہوئے کہ  
بشریت کی تمام جانب کو اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ حتیٰ کہ عالم خلق نے عالم امر کا رنگ اختیار کیا۔ پس نامہ حضور  
علیہ السلام کے عالم خلق سے جس چیز نے اپنی حقیقت کی طرف رجوع کی تھی۔ یعنی حقیقت محمدی عروج  
کے حقیقت احمدی کے لاحق ہو گئی اور حقیقت محمدی حقیقت احمدی سے متحد ہو گئی۔

ان کے صلوات علیہم

نور دار و نما ملکائیکہ و رسائیکہ ممکنات عالم کا قیاس است۔

ترجمہ: اور کشف اسرار کے علوم جو ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس امکان سے پیدا ہوتے ہیں جو ممکنات  
اضافیہ کے خلق رکھتے ہیں۔ اس امکان سے پیدا نہیں ہوتے جو باقی کائنات عالم میں پایا جاتا ہے۔  
اسی ممکنات میں فرماتے ہیں:

وہ نسبت کہ در آنکہ مندرجہ بعد از انصاف بارعام متکثر و بقیعتانی حکم و مصالح بصورت انسانی کہ  
احسن المیزان است بموجبہ است و مسکنی بکجہ و امتداد شدہ۔

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایمانوں میں جو عالم اجسام میں پاک پیکروں سے پاک رعبوں میں منتقل ہوتے رہے ہیں اور پھر  
آخر کار ممکنات رعبوں سے منتقل ہوتے ہوئے ممکنات اور ممکنات کے مشابہت نظر بصورت انسان جو بہترین صورت ہے  
ظہور فرمایا، اور محمد و احمد کے نام سے موسوم ہوئے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مذکورہ عبارات واضح کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
فرد حق تعالیٰ سے پیدا ہوئے ہیں اور حکم و مصالح کے تحت انسانی صورت میں عالم اجسام میں جلوہ فرما ہوئے ہیں۔  
مزید اسی متوجہ میں فرماتے ہیں:

امام ربیر چند بدقت نظر صحیفہ ممکنات عالم را ملاحظہ فرمودہ صحابہ و مجدد آن سرور علیہ السلام در آنجا مشاہدہ عجیبہ و دور چوں  
و جود آن سرور علیہ السلام اند عالم ممکنات نباشد بحد فرق این باشد تا پیار اور اسایہ نہ جود۔ و نیز یہ عالم شہادت سہام  
سہام و شخص طہر۔ است و چون طہریت کہ اندوست در عالم نباشد اور صایہ چہ صورت و اور علیہ السلام و السلام۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی باریک نظر سے صحیفہ ممکنات کا مطالعہ کیا جائے گی کہ یہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ان میں سے  
معلوم نہیں ہوتا اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم ممکنات میں سے نہیں ہیں بلکہ اس کے بلند و رفیع امکان



اس جگہ حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی سے ٹکرا و حضور علیہ السلام کے خلق و امر کا تعین امکانی ہے۔ نہ تعین و جہاں کے تعین امکانی اس کا نابل ہے۔ کیونکہ تعین و جہاں کے عروج کے کچھ معنی نہیں اور اس نفس کے ساتھ متحد ہونا مقول نہیں ہے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل فرمائیں گے۔ تو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کریں گے۔ اور اپنے مقام سے عروج فرما کر تبعیت کے طور پر حقیقت محمدی کے مقام میں پہنچیں گے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی تقویت کریں گے۔ گذشتہ شریعتوں کا بھی یہی حال تھا کہ اولوالعزم پیغمبروں کے رحلت فرما جانے سے ہزار سال کے بعد انبیاء کرام اور رسل عظام مبعوث ہوتے تھے۔ جو ان پیغمبروں کی شریعت کو تقویت دیتے تھے۔ اور ان کے حکم کو بلند کرتے تھے۔ اور جب پیغمبر اولوالعزم کی دعوت و شریعت کا دورہ تمام ہو جاتا تھا تو دوسرا اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہو جاتا تھا۔ اور اسے سب سے اپنی شریعت ظاہر کرتا تھا۔ اور چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ و تبدیلی سے محفوظ ہے۔ اس لئے حضور کی امت کے علماء کو انبیاء کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد فرمایا ہے۔ بلکہ ایک اولوالعزم پیغمبر کو حضور کا نائب ابدار بنا کر حضور کی شریعت کو ترقی بخشی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّكَ لَخَافِتٌ بِهٖمْ يَوْمَ هِيَ نَاثِرَةٌ  
ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اور جاننا چاہیے کہ حضرت خاتم المرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رحلت کر جانے سے ہزار سال بعد حضور کی  
امت کے اولیا جو ظاہر ہوں گے۔ اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر اکمل ہوں گے۔ تاکہ اس شریعت کی تقویت پر سے  
ظہور یہ کر سکیں۔

حضرت مہدی جی کی تشریف آوری کی نسبت حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت فرمائی ہے۔ ہزار سال کے بعد پیدا ہوں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علی نبیینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی ہزار سال کے بعد نزول فرمائیں گے۔

خلاصہ یہ کہ اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم کے کمالات کی مانند ہیں۔ اگرچہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد فضیلت و رتبت کی اصحاب کرام کے لئے ہے۔ لیکن یہ ایک ایسا مقام ہے کہ

بیتہ ماشیہ صفحہ ۱۲۵  
 کے پیدا ہونے کی وجہ سے آپ کے جسم شریف کا سایہ نہیں تھا۔ اور نیز اس عالم شہادت میں شے کا سایہ شے سے  
 لطیف تر ہوتا ہے۔ اور جب حضور علیہ السلام سے زیادہ لطیف کوئی چیز جہاں میں نہیں ہے تو آپ کے جسم مبارک  
 کے لئے سایہ کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔



کمال مشابہت کے باعث ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دے سکتے۔

اور ہو سکتا ہے کہ اسی وجہ سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہو کہ لَا یُؤَدِّرُیْ اَوْ لَیْسَ خَیْرًا  
اَوْ اَیْرَ خَیْرًا نہیں معلوم ان میں سے اول زمانہ کے بہتر ہیں یا آخر زمانہ کے۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ لَا اُوَدِّرُکُمْ  
اَوْ لَیْسَ خَیْرًا اَوْ اَیْرَ خَیْرًا نہیں جانتا کہ ان میں سے اول کے بہتر ہیں یا آخر کے۔ کیونکہ فریقین میں سے ہر  
ایک کا حال آپ کو معلوم تھا۔ اسی واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ خَیْرُ الْقُرُونِ قُرُونِیْ سَبَّ  
زَمَانُوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ لیکن چونکہ کمال مشابہت کے باعث تردد کا مقام تھا۔ اس لئے لَا یُؤَدِّرُیْ فرمایا۔  
اگر کوئی سوال کرے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحاب کے زمانہ کے بعد تابعین کے زمانہ کو اور  
تابعین کے زمانہ کے بعد تبع تابعین کے زمانہ کو بہتر فرمایا ہے۔ تو یہ دونوں قرن بھی یقیناً اس گروہ سے بہتر ہوں گے  
پھر یہ طبقہ کمالات میں اصحاب کرام کے ساتھ کیسے مشابہ ہوگا۔ تو اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ اس  
قرن کا اس طبقہ سے بہتر ہونا اس اعتبار سے ہو کہ اولیاء اللہ کا ظہور کثرت سے ہو گا۔ اور پیغمبروں اور بندگانوں  
اور گنہگاروں کا وجود کم ہو گا۔ اور یہ امر ہرگز اس بات کے منافی نہیں کہ اس طبقہ کے اولیاء اللہ میں سے بعض افراد  
ان دونوں قرونوں کے اولیاء سے بہتر ہوں جیسے کہ حضرت مہدی سے

فیض روح القدس ابانہ مدد فرماید دیکھیں ہم بکنند آنچہ میباید

روح القدس کا فیض اگر دوبارہ مدد فرمائے تو دوسرے بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح کہتے تھے  
لیکن اصحاب کا زمانہ ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ اس کی نسبت گفتگو کرنا فضول ہے۔ سابقہ سابق ہی ہیں اور حجت  
نعیم ہیں مقرب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دوسروں کا پہاڑ جتنا سونا خرچ کرنا ان کے ایک سیر جو خرچ کرنے کے برابر  
نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ تَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ یَّشَاءُ اللّٰهُ قَعْلَے جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے۔  
جائنا چاہیے کہ پہلے بیان سے اس عبارت کے معنی واضح ہو گئے۔ جو در سالہ مبدعہ معاد میں اس عبارت کے  
اوپر لکھی گئی ہے کہ کعبۂ ربانی کی حقیقت حقیقت محمدی کی مسجود ہو گئی۔ کیونکہ کعبہ ربانی کی حقیقت بعینہ حقیقت  
احمدی ہے کہ حقیقت محمدی دراصل اس کا ظل ہے۔ پس ناپار حقیقت محمدی کی مسجود ہوگی۔ اگر سوال کریں کہ

۱۔ چندی حدیث اس طرح ہے۔ مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام اخرہ۔ ترجمہ شریف  
یعنی میری امت کا حال بارش کی طرح ہے نہیں معلوم ہو سکتا کہ بارش کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ یعنی سارا  
امت بہتر ہے جس طرح ساری بارش نافع اور خیر ہے۔ یہ حدیث الفاظ کے کچھ تغیر کے ساتھ بروایت عمرو بن  
عثمان رضی اللہ عنہ ابن عباس کے میں بھی موجود ہے۔ ۱۲



اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اولیاء کے امت کے طواف کے لئے آتا ہے۔ اور ان سے برکات حاصل کرتا ہے۔ عاراً اس کی حقیقت محکمہ پر مقدم ہے تو پھر یہ بات پس طرح ہائز ہوگی؟  
 یہ جواب میں کہتا ہوں کہ حقیقت محکمہ پر مقدم ہے اور تقدیس کی بلندی سے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کر کے مقامات کی نہایت ہے۔ اور کعبہ کی حیثیت عروج کعبہ کے مقامات کی نہایت ہے۔ اور حقیقت محکمہ پر مقدم ہے۔ اور کعبہ کی نہایت کے واسطہ مرتبہ تہم پر عروج کرنے کے لئے پہلا مرتبہ حقیقت کعبہ ہے۔ اور حقیقت محکمہ پر مقدم ہے۔ اور کعبہ کی نہایت کو سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور عجب حضور کی امت میں سے کامل اولیاء کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عروجات سے پورا پورا جہد حاصل ہے تو پھر اگر کعبہ ان بزرگواروں سے برکات حاصل کرے تو کیا تعجب ہے۔

زمین زارہ بر آسمان تافتہ زمین وزان مرا پس انداختہ

ترجمہ: خاک سے پیدا شدہ آسمان پر ہائز ہوا اور زمین وزان کو نیچے پھینک دیا

اور دوسری عبارت بھی جو اس رسالہ سے اس مقام میں لکھی گئی تھی مل جوتی۔ اور وہ عبارت یہ ہے کہ کعبہ کی صورت جس طرح کہ اشیا کی صورتوں کی مجرور ہے۔ اسی طرح کعبہ کی حقیقت بھی ان اشیا کی حقیقتوں کی مجرور ہے۔ کیونکہ مقدمات سابق سے معلوم ہوئے ہیں کہ حقائق اشیا ان اسماء الہی سے تہم ہوتے ہیں جو ان کے وجود اور ان کے وجود کے تعلقات کے فیوض کا مبدیہ ہے۔ اور حقیقت کعبہ ان اسماء کے فوق ہے۔ پس جبکہ حقیقت کعبہ حقائق اشیا کی فیوض ہوگی۔ ہاں اگر اولیاء میں سے اکمل کو سمجھیں کہ کعبہ سے بالاتر حیرت واقع ہوئے ہیں۔ اور باتر انوار کو حاصل کر کے اپنے حقائق کے مراتب میں جو مراتب فوق میں اشیا کے طبعی مقامات کی مانند ہیں انھیں آئیں۔ تو کعبہ ان کی برکات سے توقع رکھے گا جیسے کہ پہلے گذشتہ ہے۔

اور نیز رسالہ تہم و تہم میں چند فقرے انبیاء کے اولوا العزم کے ایک دوسرے سے انشائیہ جو سنے ہیں لکھتے تھے۔ ان کے ایک دوسرے کے افضل ہونے کے معنی چونکہ کشف و الہام پر مبنی ہیں جو ظنی ہیں اس لئے اس کے لکھنے اور فضیلت میں تفرق کرنے سے نہ امت اور تہم کہتا ہے کیونکہ قطعی دلیل کے سوا اس بارہ میں گفتگو کرنا جائز نہیں  
 اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ اَتُوبُ اِلَيْهِ مِنْ جَمِيعِ مَا كَرِهَ اللّٰهُ قَوْلًا وَ فِعْلًا میں اُن قام اقوال و افعال سے جو اللہ کو ناپسند ہیں توبہ کرتا ہوں اور بخشش مانگتا ہوں۔  
 آپ نے اپنے مکتوب میں یہ بھی لکھا تھا کہ:-

اے سبحان اللہ اولیاء کرام کی کتنی عظیم شان ہے کہ کعبہ بھی ان کے طواف کرتا ہے۔



میں نے سزا فرمائی ہے پوچھا تھا کہ ظاہر ہو کہ کوئی یقین نہ کیا میرے حال سے نہ مناسب ہے یا نہیں  
اور تم نے جواب میں لکھا تھا کہ نہیں۔

فقیر کو یاد نہیں۔ مگر یہ بھی یہی نفی کی جو یہ کہ یہ کہ ہاں۔ کہ شرائط پر مشروط ہے۔ بے شرائط ہرگز نہ ہے  
نہیں۔ اور اب بھی اسی طرح جائیں۔ چاہیے کہ شرائط کو نظر رکھیں۔ بڑی احتیاط کریں اور ہرگز نہ کریں۔  
اور جب تک استغاثروں کے ساتھ اس بات کا یقین نہ ہو کہ مرقعہ سکھانا چاہیے۔ تب تک کسی کو نہ سکھائیں۔ اور  
بلکہ وہ مولانا یا محمد قدیم کو بھی اس بات کی طرف رہنمائی کریں اور یہی تاکید ہے کہ اس وقت پہلے میں بعد کی شکست۔  
کیونکہ قصور و کان کھولنا نہیں ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کی مرضی کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ امداد و دینا مشروط ہے۔

وہ مرنے کے یہ کہ آپ نے اپنے مریدوں کی نسبت جو کیا تھا۔ وہ تو آپ کو اپنی و غنیمت کی نسبت کرنا چاہیے تھا۔  
کیونکہ آپ اس جماعت سے اس وقت زندگی بسر کرتے ہیں جس تاثیر یہ آثار و عیون ہے۔ ہندوؤں نے کہا ہے کہ  
پیر کو چاہیے کہ مریدوں کی فطرت پر اپنے آپ کو آراستہ اور شان و شوکت سے رکھنا چاہیے کہ ان کے ساتھ انہماک کا  
اور وارہ کھولنے سے اور ان سے ہمنشینوں کی طرح سمجھ کر ہے۔ اور رعایت و لشکر۔ مجلس گرم رکھے۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۲۱۰

نصائح کی عبارت کے حل کرنے اور بعض ضروری نصیحتوں کے ذکر میں مائیکسی صفحہ کی طرف لکھا:

آپ کا شریف و لطیف خط جو از روئے شفقت و مہربانی اس حقیر کے سامان کے نام لکھا ہوا تھا شرف  
صدور لایا۔ اور اس کے مطالعہ سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ سلامت رہیں اور سلامت ہی جائیں۔ اور جب تک  
رہیں فقرہ کی محبت پر رہیں۔ اور جب جائیں ان کی محبت کا سرمایہ کر جائیں۔ اور جب انھیں ان کی محبت  
میں انھیں۔ بھرت اس وجود پاک کے جس نے فقر پر فخر کیا اور اس کو دولت مند پر اختیار کیا سلی اللہ علیہ و آلہ وسلم  
آپ نے از روئے کرم کے لکھا تھا کہ اس حکایت کا اصل معاملہ کیا ہے جو نصائح میں شیخ ایسا لکھتے ہیں  
مراد کے مرید کی نسبت مذکور ہے کہ ایک دن دریائے دجلہ میں غسل کے موقع پر غوطہ لگایا اور سر دریا سے نیل سے  
جانکا اور مصر میں چلا گیا۔ اور وہاں شادی کی اور اس کے ان بیٹے پیدا ہوئے۔ اور سات سال تک مصر میں  
مقیم رہا۔ اتنا کہ پھر ایک دن غسل کے لئے دریائے نیل میں غوطہ لگایا۔ اور سر دریا سے دجلہ میں جانکا۔ رکھا  
کہ اس کے کپڑے جو دریائے دجلہ کے کنارے پھرتے تھے۔ بدستور موجود ہیں۔ ان کپڑوں کو پہن کر گھر آیا۔ اس  
کی خبری نے کہا کہ مہمانوں کے لئے کھانا جو آپ نے فرمایا تھا تیار ہے۔ الی آخر۔



میرے مخدوم! اس حکایت کا اشکال اس وجہ سے نہیں ہے کہ برسوں کا کام ایک گھڑی میں کیسے میسر ہو گیا۔ کیونکہ اس قسم کا معاملہ بہت واقع ہوتا ہے۔

حضرت رسالت خاتیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج میں عروج کے مرتبے طے کرنے اور وصول کی منزل طے کرنے کے بعد جو کئی ہزار برسوں میں قیام فرمائی۔ جب اپنے دولت خانہ میں واپس آئے تو دیکھا کہ بستر خواب ابھی گرم ہے۔ اور کوزہ میں وضو کا پانی ابھی حرکت میں ہے۔

اس کی وجہ وہی ہے جو اس حکایت کے نقل کرنے کے بعد صفحات میں مذکور ہے کہ یہ بات بسط زمان کی قسم سے ہے۔ بلکہ اس حکایت کا اشکال اس سبب سے ہے کہ بغداد میں جو وقت ہو وہی مصر میں ہو۔ حالانکہ عرصہ سات سال کا درمیان پیدا ہو، مثلاً اپنی بغداد اس وقت سن تین سو ساٹھ ہجری میں ہوں۔ اور اپنی مصر اُس وقت تین سو ساٹھ ہجری میں بحقل نقل اس بات کو پسند نہیں کرتی۔ یہ معاملہ ایک یا دو شخصوں کی نسبت ہو تو جائز ہے لیکن شہروں اور متعدد مکانوں کی نسبت محال ہے۔ جو کچھ اُس فقیر کی خاطر وفاق میں گزرتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حکایت حالت بیداری سے نہیں ہے۔ بلکہ خواب و واقعات کی قسم سے ہے کہ سننے والے کے لئے خواب روئے سے مشتبہ ہو گئی ہے۔ اور غیند سے بیداری کا وہم گزرا ہے۔ اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوتے ہیں۔ بلکہ اسی اشتباہ کے غلطی سے ہے کہ خواب میں دیکھا ہے اور خواب میں اپنے پر سے کہا ہے۔ اور فرزندوں کو لایا ہے وغیرہ وغیرہ اور وہ حکایت بھی جو اس حکایت کے بعد شیخ محمد الدین بن عربی قدس سرہ سے نقل کرتے ہیں اسی قسم سے ہے واللہ اعلم بحقائق الامور کھلے۔ اور تمام امور کی اصلی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

آپ نے بھی متناہ کہ اس عبارت کی شرح لکھنی چاہیے کہ جسد کا مرنی روح ہے اور قالب کا مرنی قلب۔ میرے مخدوم! ان دونوں عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے اور وہ انسان کے عالم خلق کو اس کے عالم امر سے تربیت کرنا ہے۔ اور چونکہ جسد کا لفظ روح کے لفظ کے ساتھ اکثر استعمال واقع ہوتا ہے اور قالب قلب کے درمیان لفظی مناسبت ہے۔ اس واسطے ہر ایک کو اپنے مناسب لفظ کے ساتھ جمع کر کے عبارت کا اختلاف اختیار کیا گیا ہے۔ آپ نے نصیحتوں کی طلب ظاہر فرمائی ہے۔

میرے مشفق مخدوم! شرم آتی ہے کہ باوجود اس خرابی اور گرفتاری اور بے سامانی اور بیجا مصلی کے اس بارہ میں کچھ لکھے۔ اور صریح طور پر یا اشارہ کے طور پر اس قسم کی کلام کرے۔ لیکن اس بات کا بھی ڈر ہے کہ اگر قول معروف سے اپنے آپ کو معاف رکھے تو اس سے سخت اور کینہ پہ ظاہر ہوتا ہے اور بغل و کینہ کی قربت پہنچتی ہے۔ اس لئے چند باتیں لکھنے کی جرات کرتا ہے۔



میرے مخدوم! دنیا کے بقا کی مدت بہت قلیل ہے۔ اور اس قلیل سے بھی اکثر قسمت ہو گئی ہے اور بہت کم باقی رہ گئی ہے۔ اور بقا کے آخرت کی مدت غلو اور دوام ہے۔ اور معاملہ قلو کو بقا سے چند روزہ کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ بعد ازاں یا دائمی راحت ہے یا دائمی عذاب۔  
مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو خبر دی ہے وہ سچ ہے اس میں خلاف کا احتمال نہیں ہے۔ اپنی عقل و دراندیش سے کام لینا چاہیے۔

میرے مخدوم! عمر کا بہتر اور قیمتی حصہ ہوا و ہوس میں گزر گیا۔ اور خدا تعالیٰ کے دشمنوں کی رضامندی میں بسر ہوا۔ اور عمر کا نکمہ حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر آج ہم اس کو خدا تعالیٰ کی بخاندی میں حاصل کرنے میں سرف نہ کریں۔ اور اشرف کی تلافی ازال سے نہ کریں اور تھوڑی محنت کو ہمیشہ کے آرام کا وسیلہ نہ بنائیں۔ اور تھوڑی نیکیوں سے بہت سی برائیوں کا کفارہ نہ کریں۔ کل کون سا منہ لے کر ہم خدا تعالیٰ کے سامنے ہائیں گے۔ اور کیا حیل پیش کریں گے۔ یہ خواب غرگوش کب تک رہے گی۔ اور غفلت کی روٹی کب تک کانوں میں پڑی رہے گی۔ آخر ایک دن بینائی سے پردے اٹھادیں گے۔ اور غفلت کی روٹی کانوں سے دور کر دیں گے۔ لیکن پھر کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور سولے حسرت و ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ موت کے آنے سے پیچھے ہی اپنا کام بنالینا چاہیے۔ اور عاشق کہتے ہوئے مرنا چاہیے۔ اول عقاید کا درست کرنا ضروری ہے۔ اور اس امر کی تصدیق سے جو قواعد و ضرورت کے طور پر دین سے معلوم ہوا ہے چارہ نہیں ہے۔ دوسرے ان باتوں کا علم و عمل ضروری ہے جن کا مشغل علم فقہ ہے۔ اور تیسرے طریقہ صوفیہ کا سلوک بھی درکار ہے۔ نہ اس غرض کے لئے کہ فیسی صورتیں اور تسلیں مشاہدہ کریں۔ اور نوروں اور رنگوں کا معائنہ کریں حتیٰ صورتیں اور انوار کیا کم ہیں کہ کوئی ان کو چھوڑ کر ریاضتوں اور مجاہدوں سے فیسی صورتوں اور انوار کی ہوس کرے۔ حالانکہ یہ حتیٰ صورتیں اور انوار اور وہ غیبی صورتیں اور انوار دونوں حق تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اور حق تعالیٰ کے صانع ہونے پر روشن دلیل ہیں۔ چاند و سورج کا نور جو عالم شہادت سے ہے ان انوار سے جو عالم مثال میں دیکھیں۔ کئی گنا زیادہ ہے۔ لیکن چونکہ یہ رید دائمی ہے اور خاص و عام اس میں شریک ہیں اس لئے اس کو نظر اور اعتبار میں نہ لاکر انوار غیبی کی ہوس کرتے ہیں۔ ان سچ

آبے کہ رو و پیش در دست تیرہ نماید

ترجمہ :- جو پانی تیرے دروازے کے سامنے سے گزرتا ہے وہ تجھے کالا نظر آتا ہے۔

طریقہ صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ میں یقین زیادہ حاصل ہو جائے۔ تاکہ استدلال کی تنگی سے کشف کے میدان میں آجائیں۔

منک و واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کا وجود جو اقول استدلال یا تقلید کے طور پر معلوم ہوا تھا۔ اور



اس کے اندازہ کے موافق یقین حاصل ہوا تھا۔ جب طریق صوفیہ کا سلوک میسر ہو تو یہ استدلال و تعلیل کشف شعور سے بدل جاتا ہے اور یقین اکمل حاصل ہو جاتا ہے۔ سب اعتقادی امور میں قیاس ہے۔ اور نیز طریق صوفیہ کے سلوک سے یہ مقصود ہے کہ احکام فقہیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو جائے اور وہ شخص جو ہو جائے جو نفس کی آمارگی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس فقیر کا یقین ہے کہ طریق صوفیہ حقیقت میں علوم شرعیہ کا خادم ہے۔ نہ شریعت کے مخالف کچھ اور امر۔ اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں اس معنی کی تحقیق کی ہے۔ اور اس غرض کے حاصل ہونے کے لیے تمام طریقوں میں سے طریقہ علیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر متابعت کی دولت ان کو حاصل ہو اور احوال کچھ نہ رکھتے ہوں تو خوش ہیں۔ اور اگر باوجود احوال کے متابعت میں تصور معلوم کریں تو ان احوال کو پسند نہیں کرتے

حضرت خواجہ احمد قادس سرہانہ فرمایا کہ اگر تمام احوال دنیا جید میں رہیں اور عبادی حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے اعتقاد سے نہ فرائض تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے۔ اور اگر اہل سنت و جماعت کا اہل ہم کو دے دیں اور احوال کچھ نہ دیں تو پھر کچھ غم نہیں ہے۔ در نیز اس طریق میں نہایت ہدایت میں مندرج ہے۔ پس یہ بزرگ پہلے قدم میں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو دوسروں کو نہایت میں جا کر حاصل ہوتا ہے اگر فرقہ تو صرف اجمال و تفصیل اور شمول و عدم شمول کا ہے۔ یہ نسبت بعینہ اصحاب کرام علیہم السلام کی نسبت ہے کیونکہ اصحاب حضرت خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے جو اولیائے امت کو نہایت میں بھی شاید ہی حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ خواجہ احمدی قرنی قدس سرہ جو خیر القایین ہے حضرت گمرہ رضی اللہ عنہ کے قاتل و قاتل کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ جس کو صرف ایک ہی دفعہ خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی۔ کیونکہ صحبت کی بزرگی تمام فضیلتوں اور کمالات سے بڑھ کر ہے۔ اسی لیے کہ ان کا ایمان شہود ہی ہے۔ اور دوسروں کو یہ دولت ہرگز نصیب نہیں ہوئی۔ ج

### شہید کے ہوا منسند ویدہ

یہی وجہ ہے کہ ان کا ایک ہر بزرگ چاہے کرنا دوسروں کے پیار و جتنا سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ اور تمام اصحاب اس فضیلت میں برابر ہیں۔ پس سب کو بزرگ جاننا چاہیے اور نیکی سے یاد کرنا چاہیے۔ کیونکہ اصحاب سب کے سب عادل ہیں اور روایت اور تبلیغ احکام میں سب برابر ہیں۔ ایک کی روایت کو دوسرے کی روایت پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔ قرآن مجید کے اٹھانے والے ہی لوگ ہیں۔ اور آیات متفرقہ کوان کے عامل ہونے کے بعد وہ سب ہر ایک سے دو آیتیں یا تین آیتیں یا کم و بیش باختر کے جمع کیا ہے۔ اگر اصحاب میں سے کسی ایک پر طعن کریں تو وہ طعن قرآن مجید کے طعن تک



پہنچا دیتا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بعض آیات کا حال وہی ہو۔ اور ان مفاہیص اور تہجیزوں کو نیک نیتی پر مھموں کا پاب ہے اور ہوا و مقصوب سے اپنے آپ کو پہچانا چاہیے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو صحابہ کے احوال کو بخوبی جانتے ہیں فرمایا ہے کہ:

رَبُّكَ وَمَا أَهْوَاَ اللَّهُ عَنْهَا يُؤَيِّدُ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ  
عَنْهَا أَلِيْسَ قَرْبًا  
یہ وہ دعویٰ ہیں جن سے حدیث ہاقصوں کو اللہ تعالیٰ خفاک  
کیا پس ہمیں پاب ہے کہ اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں

اور اسی قسم کا مضمون امام اجل حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے۔ وَالْمَسْلُوكُ  
اَوَّلًا وَآخِرًا۔

## مکتوب نمبر ۲۱۱

مولانا ابار محمد قدیم بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔

ایک سوال کے جواب میں جو مولوی علیہ الرحمۃ کے مقلد کے ہیں کیا گیا تھا اور مقام تکمیل و ارشاد کی  
ضروری شرطوں کے بیان میں۔

میرے عزیز بھائی مولانا ابار محمد قدیم کا مکتوب مرغوب پہنچ کر فرحت کا موجب ہوا حضرت حق تعالیٰ بخرمت  
البنی و آلہ الامجاد علیہ السلام کمال اور تکمیل کی بلندی تک پہنچائے۔

مولوی علیہ الرحمۃ کے مقلد کی نسبت پوچھا تھا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ وہ نازنین جو بیہوشی میں  
تھارہ حق تعالیٰ تعالیٰ آیا اس قسم کی باتیں کہنی جائز ہیں یا نہیں۔ تو جاننا چاہیے کہ اس قسم کی باتیں اس بار میں بہت  
واقع ہوتی ہیں اور زبان پر آتی ہیں۔ اس قسم کا معاملہ تجل صوری کا ہے کہ صاحب معاملہ اس صورت متجلی کو حق تعالیٰ  
خیال کرتا ہے۔ ورنہ بات واصل وہی ہے جو شیخ بزرگ امام ربانی خواجہ ربیع جلالی قدس سرہ نے فرمائی ہے۔  
رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ  
یہ وہ خیال ہیں جن سے طریقت کے بہوں کی تربیت کی  
جائی ہے۔

دوسرے یہ کہ چونکہ آپ کو طریقہ سکھانے کی ایک قسم کی اجازت دی گئی ہے۔ اس لیے اس بار میں چند نائنے  
لکھے جانتے ہیں۔ گوئی ہوش سے سن کر ان پر عمل کریں۔

جاننا چاہیے کہ جب کوئی طالب آپ کے پاس ارادت سے آئے۔ اس کے طریقہ سکھانے میں بڑا تامل کریں۔  
نہایت اس امر میں آپ کا استدراج مطلوب ہو اور غلامی منظور ہو نہ اسکر جب کسی سرید کے آنے میں خوشی و سرور پیدا



ہو۔ تو چاہیے کہ اس بارہ میں التجا و تصریح کا طریق اختیار کر کے بہت سے استخارے کریں تاکہ یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ اس کو طریقہ سکھانا چاہیے۔ اور استدراج و خرابی مراد نہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ کے بندوں میں تصرف کرنا اور اپنے وقت کو ان کے پیچھے ضائع کرنا خدا سے تعالیٰ کے اذن کے بغیر جائز نہیں۔ آیت کریمہ:

لَا تُخَوِّجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

تاکہ تو لوگوں کو اندھیرے سے نور کی طرف نہ نکالے اللہ

یٰ اَذِیْن سَاقِیْہُمْ

کے اذن سے۔

اسی مطلب پر دلالت کرتی ہے۔

ایک بزرگ فوت ہو گیا۔ اس کو خطاب ہوا کہ تو وہی ہے کہ جس نے میرے دین میں میرے بندوں پر زور چسپائی تھی؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا کہ تو نے میری خلق کو میری طرف کیوں نہ چھوڑا؟ اور دل کو کیوں نہ میری طرف متوجہ کیا؟ اور وہ اجازت جو آپ کو اور دوسروں کو دی گئی ہے چند شرائط سے مشروط ہے۔ اور حق تعالیٰ کی رضا مندی کا علم حاصل کرنے پر وابستہ ہے۔ ابھی وقت نہیں آیا کہ مطلق اجازت دی جائے۔ اس وقت کے آنے تک شرائط کو اچھی طرح مد نظر رکھیں۔ اطلاع دینا شرط ہے۔ اور تمبر نعمان کی طرف بھی یہی لکھا گیا ہے وہاں سے معلوم کر لیں۔ غرض کو تشش کریں تاکہ وہ وقت آجائے اور شرائط کی تنگی سے چھوٹ جائیں۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۲۱۲

مولانا محمد صدیق بدخشی کی طرف سے ارسال فرمایا۔

اس کے بعض سوالوں کے جواب میں جو اس نے پوچھے تھے۔ اور اس واقعہ کے حل میں جو اس نے دیکھا اور

لکھا تھا۔

آپ کے دو مکتوب مرغوب پے درپے پہنچ کر بڑی خوشی کا موجب ہوئے۔ حضرت حق تعالیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل بے شمار ترقیاں عطا فرمائے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ صاحب تصرفت پیر اپنے تصرف سے مستعد مرید کو ان مرتبوں میں جو اس کی استعداد سے بڑھ کر ہیں پہنچا سکتا ہے یا نہیں؟ ہاں پہنچا سکتا ہے۔ لیکن ان بلند مرتبوں میں جو اس کی استعداد کے مناسب ہیں۔ نہ ان مراتب میں جو اس کی استعداد کے مخالف ہیں۔ مثلاً وہ مرید جو ولایت موسوی کی استعداد رکھتا ہے۔ اور اس کی استعداد کی نہایت قوت اس ولایت کے نصف راقہ تک پہنچنے کی ہے۔ تو صاحب تصرفت پیر اس کو اس ولایت کے نہایت درجات تک پہنچا سکتا ہے۔ لیکن یہ کہ اس کو ولایت موسوی سے ولایت محمدی میں لائے اور اس



ولایت میں اس کو ترقی بخشنے۔ معلوم الوقوع نہیں ہے۔

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ وہ کونسا مرتبہ ہے جس میں انھیں جو انسانی لطائف میں سے زیادہ لطیف ہے نفس امارہ کا حکم رکھتا ہے۔ اور ذنات و خساست میں اس کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے۔

میرے بھائی کو معلوم ہو کہ انھیں اگرچہ لطائف میں سے لطیف ہے۔ لیکن دائرہ امکان میں داخل ہے اور حدوث کے داغ سے داغدار ہے۔ جب سالک دائرہ امکان سے پاؤں باہر رکھتا ہے اور مرتبہ و رتبہ میں میر فرماتا ہے۔ اور ظلال و جہولی سے ان کے اصلوں میں پہنچتا ہے اور صفت و شان کی قید سے چھوٹ جاتا ہے۔ ناچار ممکن اس کو خوار و بے اعتبار نظر آتا ہے۔ اور اس کے احسن و الطیف کو ذنات و خساست میں برابر دیکھتا ہے اور نفس و انھیں کو اس مقام میں یکساں خیال کرتا ہے۔

اور آپ نے لکھا تھا کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ہم نے سنا ہے کہ عبادت کے وقت حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر دیکھ کر عبادت کرنا حق تعالیٰ کے تنزیل کا موجب ہے۔ بندہ کی طرح عبادت کرنی چاہیے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کو حاضر سمجھ کر عبادت کرنی ہے اور بی میں داخل ہے۔

اے محبت کے نشان والے! مجھے معلوم نہیں کہ اس فقیر سے اس قسم کی بات سرزد ہوئی ہو۔ کیس اور جگہ سے دیکھیں ہوگی۔

اور وہ واقعہ جو آپ نے لکھا تھا۔ اور اس واقعہ میں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا بہت نیک اور اصلی ہے۔ پانی سے مراد علم ہے۔ اور اس میں ہاتھ ڈالنا علم میں قدرت کا حاصل ہونا ہے۔ اور اس بارہ میں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشارکت اس کے حاصل ہونے کی ہو کہ وہ مؤید ہے۔ کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت رحمن کے شاگرد ہیں:

وَعَلَّمَآدَمَآلَاَسْمَآءَکُلَّهَا۔ لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام

چیزوں کے نام۔

حاصل کلام یہ کہ اس واقعہ میں علم سے مراد علم باطن ہے۔ بلکہ علم باطن کی وہ قسم جو اہل بیت علیہم السلام کی نسبت سے مناسبت رکھتی ہے۔ والبقاق عند اللہ۔ والسلام۔

مکتوب نمبر ۲۱۳

بیاد پناہ شیخ فرید کی طرف صادر منسہر آیا:



پند و نصائح کے بیان میں اور فرقہ ناجیہ یعنی علماء کے اہل سنت و جماعت کی تائید و تائید کرنے اور  
 بُرے علماء کی صحبت سے جنہوں نے ہلم کو دنیاوی اسباب حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے پہچنے کی ترغیب میں۔  
 عَمَّا لَمْ يَلِدْ سُبْحَانَهُ عَمَّا لَا يَلِدُ وَ يَحْيَا بَكُمْ  
 عَنِ تَعَالَى آيَةُ كُوْأَيْبِ كَيْ جَدِّ زَكْوِيٍّ رَحِيْمٍ اَلْصَّلَاةُ  
 وَالسَّلَامُ كِي طِفْلٍ اِنْ بَاتُوْنَ سِي بِيْجَا سِي جُوْأَيْبِ كِي  
 جَنَابِ كِي لَاقِيْ نَعِيْمٍ هِيْ .

حق تعالیٰ فرماتا ہے:

هٰذَا جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ .

احسان کا بدلہ احسان ہے۔

فقیر نعیم جانتا کہ آپ کے حسان کا بدلہ کس احسان سے آوا کرے۔ سوائے اس بات کے کہ نیک و نیکوں میں  
 سلامتی و ابرین کی دُعا سے تر زبان رہے۔ اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ یہ بات بے تکلف حاصل ہے اور  
 دوسرا احسان جو مکافات کے لائق ہے وہ پند و نصیحت ہے۔ اگر قبول ہو جائے تو یہ سعادت ہے۔

اسے شرافت و نجابت کے مرتبہ والے اتمام نصیحتوں کا خلاصہ و بندہ روں اور شریعت کے پابندوں کے ساتھ  
 میل جول رکھنا ہے۔ اور دین و شریعت کا پابند ہونا تمام اسلامی فرقوں میں سے فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت و جماعت  
 کے طریقہ حقہ کے سلوک پر وابستہ ہے۔ ان بزرگواروں کی متابعت کے بغیر نجابت محال ہے اور ان کے عقاید  
 کی اتباع کے بغیر خلاصی و شہادہ ہے تمام عقلی و عقلی و عقلی اس بات پر شاہد ہیں۔ ان میں سے کسی میں خلاف  
 کا احتمال نہیں ہے۔ اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگواروں کے سیدھے راستے سے ایک راہی کے برابر  
 بھی الگ ہو گیا تو اس کی صحبت کو نہ ہر قافی جانتا پتا ہے۔ وہ اس کی محنتیں کو نہ ہر بار خیالی کرنا چاہیے۔ یہ پاک  
 طالب علم خواہ کسی فرقہ کے ہو ابرین کے چور ہیں۔ ان کی صحبت سے بھی بچنا ضروری ہے۔ یہ سب فتنہ و فساد  
 جو دین و دنیا پیدا ہوا ہے اسی لوگوں کی کم بختی سے ہے کہ انہوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی آخرت کو برباد  
 کر دیا ہے۔

اُوْلَئِكَ الَّذِيْنَ اَشْتَرَوْا الضَّلَالَةَ بِاَلِهَدًى  
 فَهَآ سَرِيْحَةٌ تَبْحَارُ تَبْهُهُ وَمَا كَانُوْا  
 بِمُسْتَدِيْنٍ  
 یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی  
 خریدی پس ان کی اس تجارت نے ان کو فتنہ و فساد  
 نہ ہی انہوں نے ہدایت پائی۔

و شخص نے بیس بیس کو دیکھا کہ مسودہ اور فارغ بیٹھا ہے۔ اور گمراہ کرنے اور ہلکانے سے باز کرتا دیکھا  
 ہوا ہے۔ یہ اس کا سبب پر چھا۔ بیس نے کہا اس وقت کے بُرے علماء، میرا کام کر رہے ہیں اور گمراہ کرنے اور  
 مٹانے کے ذمہ دار ہیں چکے ہیں۔



روای کے طالبوں سے مولانا عمر بہت نیک طبع آدمی ہے۔ بشرطیکہ آپ اس کو جو صلہ دیں اور حق سنے لکھا  
پروا نہ کریں۔ اور حافظہ امام بھی اسلام کا سنن رکھتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں اس قسم کا جنون ضرور ہونا چاہیے:  
لَنْ يُؤْمِنُوا حَتَّى يَخْرُجُوا مِنْ دَارِهِمْ وَنَجَاهُ  
تَمَّ مِنْ سَعْيِهِمْ كَوْنُ الْإِيمَانِ وَدَارِهِمْ وَنَجَاهُ  
بِقَعْنُونِ

آپ کو معلوم ہے کہ اس فقیر نے تقریر یا مختصر یا نیک صحبت کی ترغیب میں کوتاہی نہیں کی اور بڑی صحبت سے  
بچنے کے لیے مبالغہ کرنے میں اپنے آپ کو معاف نہیں رکھا۔ کیونکہ فقیر اسی کو اصل عنیمہ ہانتا ہے۔ آگے قبول کرنا  
آپ کے اختیار میں ہے۔ بلکہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے:  
قَطُّوْنِي لِيَسِّنَ جَعَلَهُ اللَّهُ سُبْحَانَكَ مظهر  
پس اسی شخص کے لیے مبارک ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے  
الْخَيْرِ

آپ کے احسانوں کی یاد میں گفت گری پر آمادہ کرتی ہے اور سچ و سچ کے ماحفظ کو درمیان سے اٹھا رہی  
ہے۔ والسلام۔

## مکتوب نمبر ۲۱۴

خانمکھاناں کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اور اس سوال مشہور کے جواب میں کہ کفار کو کفر مروت کے  
باعث دائمی عذاب کیوں ہوگا۔ اور ایک حاجت مند کی سفارش میں۔  
قَطُّوْنِي لِيَسِّنَ جَعَلَهُ اللَّهُ سُبْحَانَكَ مظهر  
صواب ہے وہ شخص جس کو خدا نے تعالیٰ نے نیکی کا علم  
الْخَيْرِ

حق تعالیٰ نے دنیا کو آخرت کی کھیتی بنایا ہے۔ وہ شخص جو اس پر نصیب ہے جو سب کا سب بیج کھا جائے  
اور استعداد کی ترس میں نہ ٹوٹے اور ایک دن سے سات سو دن نہ بنائے اور اس دن کے لیے کہ بھائی بھائی  
سے بھاگے گا اور اس بیٹے کی خبر نہ ملے گی کچھ ذخیرہ نہ کرے۔ ایسے شخص کو دنیا و آخرت کا خسارہ حاصل ہے۔  
اور حوائج مسرت و ملامت کے کچھ فائدہ نہیں۔ نیک بہت لوگ دنیا کی فرست کو غنیمت جانتے ہیں۔ نہ اس  
غرض کے لیے کہ دنیا کی لذتوں اور نعمتوں سے عیش و عشرت حاصل کریں۔ جو باوجود اس قدر سستیوں اور تکلیفوں کے  
نپاؤ دار اور بے ثبات ہیں۔ بلکہ اس غرض کے لیے کہ اس فرست میں کاشتکاری کریں۔ اور نیک عمل کے ایک دن



سے واللہ یضایع لیسن کتب کے بموجب ہے نہایت ثمرات حاصل کریں۔ یہی وجہ ہے کہ چند روزہ اعمال صالحہ کی جزا ہمیشہ کا آرام مقرر فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ  
اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اگر پرچیں کہ محسنات میں اجر کئی گنا ہے اور برائیوں میں ان کے مثل جزا ہے تو پھر کفار کو چست دروند برائیوں کے عوض ہمیشہ کا عذاب کیوں ہو گا؟ میں کہتا ہوں کہ عمل کے لیے جزا کا ہم مثل ہونا واجب تعالیٰ کے علم پر موقوف ہے جس کے سمجھنے سے ممکن کا علم قاصر ہے۔

مثلاً قذوف محسنات یعنی نیک بیاہی عورتوں کو زنا کی تمت لگانے میں اس کے ہم مثل جزا اسی کو دے فرمائی ہے۔ اور چوری کی حد میں چور کا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالنا اس کی جزا ہے۔ اور زنا کی حد میں کنوارے کا کنوارے کے ساتھ زنا کرنے کی صورت میں سو کوڑے یا ایک سال کی جلا وطنی مقرر کی ہے۔ اور شاہی شدہ آدمی کا شاہی شدہ عورت کے ساتھ زنا کی صورت میں رجم یعنی سنگسار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ان حدود اور تقذیرات کا علم انسان کی طاقت سے خارج ہے:

ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ  
یہ خدا کے عزیز و علیم کا اندازہ ہے۔

پس کفار کے بارہ میں حق تعالیٰ نے کفر موت کے موافق ہمیشہ کا عذاب جزا فرمائی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کفر موت کی ہم مثل جزا یہی ہمیشہ کا عذاب ہے۔ اور وہ شخص جو تمام احکام شرعیہ کو اپنی عقل کے مطابق کرنا چاہے اور عقل دلائل کے برابر کرنا چاہے وہ شان نبوت کا منکر ہے۔ اس کے ساتھ کلام کرنا بیوقوفی ہے۔

ہاں کس کہ بےستراں خبر نہ رہی  
آنست جوابش کہ جوابی نہ رہی

وہ جو قرآن و حدیث پر ایمان نہیں رکھتا اس کا جواب یہ ہے کہ تو اس کو جواب ہی نہ دے۔

باقی مطلب یہ ہے کہ عالی رقیبہ ہدایاں شیخ احمد مغفرت پناہ شیخ سلطان تقانی سری کا بیٹا ہے آپ کی ان صہابیوں اور احسانوں کو یاد کر کے جو آپ نے اس کے والد بزرگوار کی نسبت کیے تھے اس فقیر کو وسیلہ بنا کر آپ کی خدمت علیہ میں حاضر ہوتا ہے۔ اور آپ کی صہابیوں میں سے ایک صہابی یہ تھی کہ ایک موضع جو پرگنہ اندری میں انعام فرمایا ہوا تھا۔ آگے آپ کا اختیار ہے۔ بلکہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَعَلٰیٰ اٰتِیَمِ الْاٰهْلِ  
اور سلام ہو آپ پر اور ان لوگوں پر جو ہدایت کے راستہ پر  
وَالْمُؤْمَرَاتِ بِاَمْرِ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ  
چلے اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت  
الْمُتَّبِعَاتِ وَالْمُتَّبِعَاتِ  
کو لازم رکھنا۔



## مکتوب نمبر ۲۱۵

دنیا کی مذمت میں میرزا و ادراہ کی طرف لکھا۔

مکتوب شریف جو طبعی استعداد کی غیبت سے بڑی عاجزی کے ساتھ ان بے سامان فقراء کی طرف ارسال کیا تھا، پہنچا۔ حق تعالیٰ آپ کو اپنے حبیب علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے جزائے خیر عطا کرے۔

اسے قرآن و دنیا دار اور دولت مند بڑی بلا میں گرفتار ہیں اور ابتلائے عظیم میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ دنیا کو جو حق تعالیٰ کی مقررہ ہے اور تمام پنج ستوں سے زیادہ سردار ہے، ان کی نظروں میں آراستہ اور ہریرا ستہ ظاہر کیا ہے جس طرح کہ نجاست کہ سونے سے طبع کریں اور زہر کو شکر میں ملا دیں۔ عاقل و غافل دو رائے کش کو اس کمینے کی برائی سے آگاہ کر دیا ہے اور اس ناپسندیدہ کی قباحت پر ہدایت و دلالت فرمائی ہے۔ اسی واسطے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال زمانہ کے عقلمند کو دیں تو زیادہ کر دینا چاہیے، جو دنیا سے بے رغبت ہے۔ اور اس کی وہ بے رغبتی اس کی کمال عقل سے ہے۔ اس کے علاوہ صرف عقل کے ایک گواہ پر کفایت نہیں کی، نقل کا دوسرا گواہ بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے جو اہل جہان کے لیے سراسر رحمت ہیں، اس کھوٹے اسباب کی حقیقت پر اطلاع بخشی ہے، اور اس فاحشہ نگار کی محبت و تعلق سے بہت منع فرمایا ہے۔

ان دو عاقل گواہوں کے موجود ہوتے بھی اگر کوئی شکر مومہوم کی طبع پر زہر کھالے اور خیالی سونے کی امید پر نجاست اختیار کر لے، تو وہ شخص بڑا ہی بیوقوف اور احمق ہے۔ بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی انجاء کا منکر ہے۔ ایسا شخص منافق کا حکم رکھتا ہے کہ اس کا ظاہری ایمان آخرت میں اس کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اور اس کا قیمہ دنیاوی خون اور مال کے بچاؤ کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ آج غفلت کی روئی کانوں سے نکالنی چاہیے۔ ورنہ گل حسرت و ندامت کے سوا کچھ سرمایہ حاصل نہ ہوگا۔ — خبر کرنا ضروری ہے۔

ہمہ اندر ز من بتو این است

کہ تو طفل و غافل نہ گنیں است

میری طرف سے تجھے پوری نصیحت یہ ہے کہ تو بچہ ہے اور گھر بڑا رنگین اور خوبصورت ہے۔



## مکتوب نمبر ۲۱۶

میرزا احسان الدین احمد کی طرف سے ارسال کیا۔

اس بات کے مجید ہیں کہ بعض اولیاء اللہ سے خوارق کثرت ظہور میں آتے ہیں اور بعض اولیاء اللہ

سے کم۔ اور مقام ارشاد و تکمیل کے اتم ہونے اور اس کے مناسب بیان میں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَ

السَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَعَلَىٰ آلِهِ

وَعَلَىٰ أَهْلِ بَيْتِهِ

دل شست میں آتا ہے کہ جب دو مستعمل کے درمیان بُعد صوری حاصل ہے اور ظاہری عوالات متفق ہو گئی ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی بعض علوم و معارف یا رتبوں کی طرف لکھے جاتے ہیں۔ اس واسطے کبھی کبھی اس قسم کی باتیں لکھتا رہتا ہے۔ امید ہے کہ طال کا باعث نہ ہوں گی۔

میرزا مخدوم باجوہ کی نسبت کی بحث درمیان ہے اور عوام کی نظر خوارق کے ظاہر ہونے پر لگی ہے اس لیے اس قسم کی بعض باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ذرا غور سے سن لیے گا۔

ولایت فناء و بقا سے عبارت ہے کہ خوارق اور کشف خواہ کم ہوں یا زیادہ اس کے لازم سے ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہ جس سے خوارق زیادہ ظاہر ہوں اس کی ولایت بھی اتم ہو۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خوارق بہت کم ظاہر ہوتے ہیں مگر ولایت اکمل ہوتی ہے۔

خوارق کے کثرت ظاہر ہونے کا مدار دو چیزوں پر ہے۔ عروج کے وقت زیادہ بلند جانا اور نزول کے وقت بہت کم نیچے اترنا۔ بلکہ کثرت خوارق کے ظہور میں اصل عظیم قاتل نزول یعنی بہت کم نزول کرنا ہے۔ عروج کی جانب خواہ کسی کیفیت سے ہو کیونکہ صاحب نزول عالم اسباب میں اتر آتا ہے۔ اور اشیاء کے وجود کو اسباب سے وابستہ معلوم کرنا ہے اور مسبب الاسباب کے فعل کو اسباب کے پردے میں دیکھنا ہے۔ اور وہ شخص کہ جس نے نزول نہیں کیا یا نزول کر کے اسباب تک نہیں پہنچا اس کی نظر صرف مسبب الاسباب کے فعل پر ہے کیونکہ مسبب الاسباب کے فعل پر اس کی نظر ہونے کے باعث تمام اسباب اس کی نظر سے مرتفع ہو گئے ہیں۔ پس فی تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے موافق علیحدہ علیحدہ معاملہ کرتا ہے۔ اسباب کو دیکھنے والے کا کام اسباب پر ڈال دیتا ہے۔ اور وہ جو اسباب کو نہیں دیکھتا اس کا کام اسباب کے وسیلہ کے بغیر



مہیا کر دیتا ہے۔ حدیث قدسی  
 اَنَا جَعَلْتُ خَلْقِي فِي عِبَادِي  
 اس مطلب کی گواہ ہے۔

بہت مدت تک دل میں کھٹکتا رہا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اس امت میں مکمل اولیاء بہت گزرے ہیں مگر  
 جس قدر خوارق حضرت سید محمد الہی بن حیلانی قدس سرہ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ ویسے خوارق ان میں سے کسی سے  
 ظاہر نہیں ہوئے۔ آخر کار حق تعالیٰ نے اس معما کا بھید ظاہر کر دیا اور بتلادیا کہ ان کا عروج اکثر اولیاء اللہ سے  
 بلند تر واقع ہوا ہے۔ اور نزول کی جانب میں مقام روح تک نیچے اترے ہیں جو عالم اسباب سے بلند تر ہے۔  
 خواجہ حسن بصری اور حبیب عجمی قدس سرہما کی حکایت اسی مقام کے مناسب ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن حسن بصری دریا کے کنارے پر کھڑے ہوئے کشتی کا استظار کر رہے تھے کہ دریا  
 پار ہو۔ اسی اثنا میں خواجہ حبیب عجمی بھی آئے۔ پرچھا آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ عرض کیا کہ کشتی کا استظار  
 کر رہا ہوں۔ حبیب عجمی نے فرمایا کہ کشتی کی کیا حاجت ہے؟ کیا آپ یقین نہیں رکھتے؟ خواجہ حسن بصری نے کہا  
 کہ آپ علم نہیں رکھتے۔ عرض کیا کہ خواجہ حبیب عجمی کشتی کی مدد کے بغیر دریا گزر گئے اور خواجہ حسن بصری کشتی کے استظار  
 میں کھڑے رہے۔

خواجہ حسن بصری نے چونکہ عالم اسباب میں نزول کیا ہوا تھا اس لیے اس کے ساتھ اسباب کے وسیلے سے  
 معاملہ کرتے تھے۔ اور حبیب عجمی نے چونکہ پورے طور پر اسباب کو نظر سے دور کر دیا ہوا تھا اس کے ساتھ اسباب کے  
 وسیلہ کے بغیر زندگانی بسر کرتے تھے۔ لیکن خفیات حضرت خواجہ حسن بصری کے لیے ہے جو صاحب علم ہیں اور جنہوں نے  
 عین یقین کو علم یقین کے ساتھ جمع کیا ہے اور انبیاء کو جیسی کہ وہ ہیں جانتا ہے۔ کیونکہ قدرت کی اصل حقیقت  
 کو حکمت کے پیچھے پوشیدہ کیا ہے۔ اور حبیب عجمی صاحب سکریں اور فاعل حقیقی پر یقین رکھتے ہیں۔ بغیر اس  
 بات کے کہ اسباب کا درمیان میں دخل ہو۔

یہ وید نفس امر کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ اسباب کا وسیلہ واقع کے اعتبار سے ثابت و کافی ہے۔  
 لیکن تکمیل و ارشاد کا معاملہ ظہور خوارق کے معاملہ کے برعکس ہے۔ کیونکہ مقام ارشاد میں جس کا نزول جس قدر زیادہ ہو  
 ہوگا اسی قدر وہ زیادہ کامل ہوگا۔ کیونکہ ارشاد کے لیے مرشد و مسترشد کے درمیان اس مناسبت کا حاصل ہونا  
 ضروری ہے جو نزول پر وابستہ ہے۔

اور جانتا چاہیے کہ جس قدر کوئی اوپر جاتا ہے اسی قدر نیچے آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رسالت  
 صلی اللہ علیہ وسلم و قزاقی و نسائی و ابن ماجہ۔



ثانیست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب کے زیادہ اوپر گئے اور نزول کے وقت سب کے نیچے آ گئے۔ اسی واسطے آپ کی دعوت اتم ہوئی اور آپ تمام خلق کی طرف بھیجے گئے۔ کیونکہ نہایت نزول کے باعث سب کے ساتھ نہایت پیدا کی اور افادہ کا راستہ کامل تر ہو گیا۔ اور بسا اوقات اس راہ کے متوسطوں سے اس قدر طالبوں کا فائدہ وقوع میں آتا ہے جو غیر مرجوع مفتیوں سے یہ سر نہیں ہوتا۔ کیونکہ متوسط غیر مرجوع مفتیوں کی نسبت مبتدیوں کے ساتھ زیادہ نہایت رکھتے ہیں۔

اسی سبب سے شیخ الاسلام ہر وی قدس سرہ نے کہا ہے کہ اگر خرقانی اور محمد قصاب موجود ہوتے تو میں تم کو محمد قصاب کے پاس بھیجتا اور خرقانی کی طرف نہ جانے دیتا۔ کیونکہ وہ خرقانی کی نسبت تمہارے لیے زیادہ فائدہ مند ہوتا یعنی خرقانی مفتی تھے۔ مرید آپ سے بہت کم فائدہ حاصل کرتے تھے یعنی مفتی غیر مرجوع تھے نہ کہ مطلق مفتی کیونکہ کامل افادہ کا نہ ہونا اس کے حق میں غیر واقع ہے۔ کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ مفتی تھے۔ حالانکہ آپ کا افادہ سب سے زیادہ تھا۔ پس افادہ کے کم یا زیادہ ہونے کا مدار مرجوع اور مبعوط پر ہے نہ کہ امتما اور عدم امتما پر۔

یہاں ایک نکتہ ہے جس کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ جس طرح نفس ولایت کے حاصل ہونے میں ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا شرط نہیں ہے جیسے کہ مشہور ہے۔ اسی طرح اس کو اپنے خوارق کے وجود کا علم ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی ولی سے خوارق نقل کرتے ہیں۔ اور اس کو ان خوارق کی نسبت بالکل اطلاع نہیں ہوتی۔ اور وہ اولیاء جو صاحب علم اور کشف میں ان کے لیے جائز ہے کہ اپنے بعض خوارق پر اس کو اطلاع دے دیں۔ بلکہ ان کی مثال یہ صورتوں کو متعدد مکانات میں ظاہر کریں اور دور وراز جگہوں میں ان صورتوں سے ایسے عجیبے غریب کام ظہور میں لائیں جن کی اس صورتوں والے کو ہرگز اطلاع نہیں ہے۔ حج

ازاد شہا بہانہ ساختہ اند

ہمارا اور تمہارا تو صرف بہانہ ہے اصل فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔

حضرت مخدوم قبلہ گا ہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ کتنا تھا کہ عجیب کاروبار ہے کہ لوگ اطراف و جوانب سے آتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں ہم نے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا ہے اور موسم حج میں حاضر پایا ہے اور ہم نے آپ سے ل کسج کیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا ہے۔ اور اپنی دوستی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور میں ہرگز اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا ہوں۔ اور نہ ہی کبھی اس قسم کے آدمیوں کو دیکھا ہے کہ بھتی بڑی قسمت ہے جو ناحق مجھ پر لگاتے ہیں:



سب امور کی اصل حقیقت کو اس میں جاننا ہے۔

وَإِنَّهُ أَفْضَلُ حَقَائِقِ الْأُمُورِ مُخْتَصَرًا۔

اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے۔ ہاں اگر آپ کی طلب اور پیاس زیادہ معلوم کی تو بہت جلد ہی اس کے زیادہ کچھ لکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

## مکتوب نمبر ۲۱۷

ملاحظہ فرمادہ بخشی کی طرف لکھا:

اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر جہتر ہے۔

اور اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر جہتر ہے۔

اور اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر جہتر ہے۔

اور اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر جہتر ہے۔

اور اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر جہتر ہے۔

اور اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر جہتر ہے۔

اور اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر جہتر ہے۔

اور اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر جہتر ہے۔

اور اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر جہتر ہے۔

اور اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر جہتر ہے۔

اور اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر جہتر ہے۔

اور اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر جہتر ہے۔

اور اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر جہتر ہے۔

اور اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر جہتر ہے۔

اور اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر جہتر ہے۔

اور اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر جہتر ہے۔

اور اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر جہتر ہے۔

اور اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر جہتر ہے۔



اور اس کی خبر دی گئی ہے اس کا حاصل ہونا شرائط پر مشروط تھا کہ صاحب کشف نے اس وقت ان شرائط سے مفصل طور پر اطلاع نہیں پائی، اور مطلق طور پر اس شے کے حاصل ہونے کا کیا حکم ہے۔ یا یہ وہ ہے کہ روح محفوظ کے احکام میں سے کوئی حکم عادت پر ظاہر ہوا ہے کہ وہ حکم فی نفسہ محمود اثبات کے قابل ہے۔ اور قضا میں معلق کی قسم سے ہے۔ لیکن اس عادت کو اس حکم کے محمود اثبات کی تعلیق اور قابلیت سے کچھ خبر نہیں ہے۔ اس صورت میں اگر اپنے علم کے موافق حکم کرے گا تو اس میں ضرور ہی غلات کا احتمال ہوگا۔

لکھا ہے کہ ایک دن حضرت جبریل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت پیغمبر علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک شخص کے حق میں یہ خبر دی کہ یہ جوان کل صبح ہوتے ہی مر جائے گا۔ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس جوان کے حال پر رحم آیا۔ اس سے پوچھا کہ تو دنیا سے کیا آرزو رکھتا ہے ؟ اس نے عرض کیا کہ دو چیزیں۔ ایک کنواری بیوی اور دوسرے علو۔ حضور نے دونوں چیزیں عطا کرنے کا حکم فرمایا۔ وہ جوان اپنی بیوی کے ساتھ غلوت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور وہ علو کے کا طبق ان کے آگے رکھا تھا کہ اسی اٹنا میں ایک سائل محتاج نے دروازہ پر آکر اپنی حاجت کو ظاہر کیا۔ اس جوان نے وہ علو کے کا طبق اٹھا کر اس فقیر کو دے دیا۔ جب صبح ہوئی حضرت پیغمبر علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام اس جوان کے مرنے کی خبر کا انتظار کرنے لگے۔ جب دیر ہو گئی تو فرمایا کہ اس جوان کی خبر لاؤ کہ کیا حال ہے ؟ معلوم ہوا کہ خوش و خرم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حیران رہ گئے۔ اسی اثنا میں حضرت جبریل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس علو کے صدقہ نے اس جوان کی بلا کو دفع کیا۔ جب اس کے بستر سے کودیکھا تو اس کے نیچے ایک بڑا سانپ مر رہا پایا اور اس کے پیٹ میں اس مستدر صواب پڑا ہوا دیکھا کہ علو کے کی زیادتی سے جان دے دی۔

لیکن یہ فقیر اس نقل کو پسند نہیں کرتا۔ اور جبریل علیہ السلام پر خطا تجویز نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ وحی نقلی کا حامل ہے اور وحی کے حامل پر خطا کا احتمال تجویز کرنا بڑا جرات ہے۔ ہاں اگر یہ کہیں کہ اس کی عصمت و امانت اور خطا کا احتمال نہ ہونا اس وحی سے منحصر ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے صرف تبلیغ پر موقوف ہے۔ اور اس خبر میں اس قسم کی وحی نہیں ہے۔ بلکہ علمی اخبار ہے اور روح محفوظ سے مستفاد ہے جو محمود اثبات کا مہل ہے۔ تو اس خبر میں خطا کی مجال ہو سکتی ہے۔ برخلاف وحی کے جو مجبور تبلیغ ہے۔ پس دونوں میں فرق ظاہر ہو گیا۔ جیسے کہ شہادت اور اخبار کے درمیان فرق ہے۔ کیونکہ اولیٰ شرع میں معتبر ہے اور دوسرا غیر معتبر۔

اسے میرے سعادت مند بھائی! آپ کو معلوم کرنا چاہیے کہ قضا دو قسم پر ہے :

(۱) قضا سے معلق (۲) قضا سے مبرم۔

قضا سے معلق میں تغیر و تبدل کا احتمال ہے اور قضا سے مبرم میں تغیر و تبدل کی مجال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ



فرماتا ہے:

هَٰذَا يَبْدِلُ الْقَوْلَ كَذَّبَ.

میرا قول کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔

یہ قضاائے مبرم کے بارہ میں ہے۔ اور قضاائے معلق کے بارہ میں فرماتا ہے:

يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُنْثِقُ وَجَنَدًا

جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت

اُمُّ الْكِتَابِ.

رکھتا ہے۔ اور اس کے پاس اُمُّ الْكِتَابِ ہے۔

میرے حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ قضاائے مبرم میں کسی کو تبدیلی کی مجال نہیں ہے مگر مجھے ہے۔ اگرچہ ہوں تو میں اس میں بھی تصرف کروں۔ اس بات سے بہت تعجب کیا کرتے تھے اور بعد از فہم فرماتے تھے۔

یہ نقل بہت مدت تک اس فقیر کے ذہن میں رہی۔ یہاں تک کہ حضرت حق تعالیٰ نے اس دولت سے مشرف فرمایا۔ ایک دن ایک بیہ کے وضع کرنے کے درپے ہوا جو کسی دوست کے حق میں مقرر ہو چکی تھی اس وقت بڑی التجا اور عاجزی اور نیاز و خشوع کی، تو معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں اس امر کی قضا کسی امر سے معلق اور کسی شرط پر مشروط نہیں ہے۔ اس بات سے بڑی یاس و ناامیدی حاصل ہوئی اور حضرت سید محی الدین قدس سرہ کی بات یاد آئی۔ دوبارہ پھر ملتی اور متضرع ہوا۔ اور بڑی عجز و نیاز سے مترجم ہوا۔ تب محض فضل و کرم سے اس فقیر پر ظاہر کیا گیا کہ قضاے معلق دو طرح پر ہے۔ ایک وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا لوح محفوظ میں ظاہر ہوا ہے اور فرشتوں کو اس پر اطلاع دی ہے۔ اور دوسری وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا صرف خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ اور لوح محفوظ میں قضاائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ اور قضاے معلق کی اس دوسری قسم میں بھی پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے۔

پھر معلوم ہوا کہ حضرت سید قدس سرہ کی بات بھی اسی اخیر قسم پر موقوف ہے جو قضاائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ نہ اس قضا پر جو حقیقت میں مبرم ہے۔ کیونکہ اس میں تصرف و تبدیلی عقلی اور شرعی طور پر محال ہے اور حق یہ ہے کہ جب کسی کو اس قضا کی حقیقت پر اطلاع ہی نہیں ہے، تو پھر اس میں تصرف کیسے کر سکے، اور اس آفت و مصیبت کو جو اس دوست پر پڑی تھی، قسم اخیر میں پایا۔ اور معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے اس بلیتہ کو دفع فرما دیا ہے۔

اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے ایسی حمد کثیر و طیب

اور بہارک جیسے کہ ہمارا رب چاہتا اور پسند کرتا ہے

اور اولین و آخرین کے سرور اور انبیا و مرسلین کے

الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا

مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا

وَيَرْضَاهَا وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَدَائِمًا



عَلَى سَيِّدِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ خَاتَمِ  
الرُّسُلِ يَا أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ الْإِنَّمَا أَرْسَلْنَاكَ  
بِالْحَقِّ بَيِّنَاتٍ وَ عَلَى آلِهِ وَ عَلَى جَمِيعِ  
رُسُلِهِ مِنْ النَّبِيِّينَ وَالْقُرْبَنِيِّينَ  
وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَالْمَلَائِكَةِ  
الْمُقَرَّبِينَ أَجْمَعِينَ أَلَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ  
مُحَمَّدٌ وَ مَنَّا بَعِثْنَاكَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ  
الْكَبِيرِ وَ يُرَحِّمُ اللَّهُ جَدًّا قَالِ آمِينَ

ختم کرنے والے پر جس کو اللہ تعالیٰ نے اہل جہان کے  
لیجے رحمت بنا کر بھیجا اور ان کی آل و اصحاب اور ان کے  
تمام بھائیوں یعنی نبیوں اور صدیقیوں اور شہیدوں  
اور نیکوں اور تمام مقرب فرشتوں پر صلوات و سلام  
و تحیہ ہو۔ یا اللہ! تو ہم کو ان بندگان کی برکت سے  
ان سب کا محبت اور ان کے افعال کا تابعدار بنا۔  
اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر جس نے  
آمین کہا۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعض اوقات بعض علوم الہامی میں بھی جو خطا ہو جاتی ہے اس کا  
سبب یہ ہے کہ بعض مسلک مقدمات جو صاحب الہام کے نزدیک ثابت اور حقیقت میں کا فب ہیں علوم الہامی کے  
کے ساتھ اس طرح مل جاتے ہیں کہ صاحب الہام تیز نہیں کر سکتا، بلکہ تمام علوم کو الہامی خیال کرتا ہے۔ پس ان علوم کے  
بعض اجزاء میں خطا ہونے کے باعث مجموع علوم میں خطا واقع ہو جاتی ہے۔ اور نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کشف اور  
واقعات میں امور غیبی کو دیکھتا اور خیال کرتا ہے کہ ظاہر پر محمول ہیں اور صورت پر منحصر ہیں۔ تو اس خیال کے موافق  
حکم کرتا ہے اور خطا واقع ہو جاتی ہے۔ اور نہیں جانتا کہ وہ امور ظاہر کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں اور تاویل و تعبیر  
پر محمول ہیں۔ اس مقام پر تمام کشف غلط واقع ہوتے ہیں۔

غرض جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے وہ صرف کتاب و سنت ہے جو وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں اور  
فرشتہ کے نازل ہونے سے مقرر ہوئے ہیں۔ اور علماء کا اجماع اور مجتہدین کا اجتہاد بھی انہی دو اصولوں کی طرف  
راجع ہے۔ ان چار شرعی اصول کے سوا اور جو کچھ ہو خواہ صوفیہ کے علوم و معارف ہوں اور خواہ ان کے کشف  
الہام اگر ان اصول کے موافق ہیں تو مقبول ہیں ورنہ مردود۔ وہاں وجد و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ  
نزل لیں نیم جو سے بھی نہیں خریدتے۔ اور کشف و الہام کو جب تک کتاب و سنت کی کسوٹی پر نہ پرکھیں نیم  
وام کے برابر بھی پسند نہیں کرتے۔

طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شریعہ کی حقیقت پر جو ایمان کی حقیقت میں یقین  
یا وہ ہو جائے اور احکام شریعہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو نہ کچھ اور اس کے سوا کیونکہ رویت کا وعدہ  
آخرت کو ہے اور دنیا میں ثابت نہیں ہے۔

اور وہ مشاہدات اور تجلیات جن پر صوفیہ خوش ہیں وہ ظلال سے آرام اور شب و مثال کے ساتھ



تسل کیے بیٹھے ہیں۔ حق تعالیٰ ولاء الوداء ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر ان مشاہدوں اور تجلیوں کی پوری پوری حقیقت بیان کروں تو اس راہ کے مبتدیوں کی طلب میں فتور پڑ جائے گا اور ان کے شوق میں قصور واقع ہو جائے گا۔ اور اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ اگر باوجود علم کے کچھ نہ کموں تو حق باطل سے فارغ ہے گا۔ البتہ اس قدر ضرور ظاہر کرتا ہوں کہ اس راہ کی تجلیات و مشاہدات کو موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیماڑ کی تجلی و شہود کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔ اگر درست نہ ہوں تو ناچار ظلال اور شب و مثال پر محمول کرنے چاہیے۔ تو پھر شاید درست ہوں کیونکہ تجلی سے مقصود کونک و فک یعنی پارہ پارہ ہونا ہے اور دنیا میں اس سے چارہ نہیں ہے خواہ اہلن پر متجلی ہوں خواہ ظاہر یا کونک و فک ضرور ہے۔

لیکن خاتم الانبیاء علیہ علیہم الصلوٰۃ والسلام اس واسطے سے پاک ہیں۔ آپ کو دنیا میں رویت میسر ہوئی اور سرسرواپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اور آپ کے کامل تا بعداروں کو جو اس مقام سے حصر رکھتے ہیں وہ رویت ظلال میں سے کسی نخل کے پردہ کے بغیر نہ ہوگی، صاحب تجلی سمجھے یا نہ سمجھے جب کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس حال کے مشاہدے سے بغیر اس بات کے کہ تجلی ہو، سیوش ہو گئے تو پھر اوروں کا کیا حال ہے؟ دوسرے یہ ہے کہ جانتا چاہیے کہ بعض مخلصوں کو اجازت دینے سے مقصود یہ تھا کہ اس وجہ سے لوگوں کو گمراہی کے بھنور سے حق تعالیٰ کے راستہ کی طرف رہنمائی کریں۔ اور آپ بھی ان طالبوں کے ساتھ دل کر مشغول رہیں اور ترقیات حاصل کریں۔ اور اس سررشتہ کو نگاہ رکھ کر کوشش کریں کہ ان کی اپنی بقیہ بڑی غصتیں دور ہو جائیں اور مرید و مسترشد بھی اس دولت سے مشرف ہو جائیں۔ نہ یہ کہ اجازت کمال و تکمیل کے وہم میں ڈال دیے اور مقصود سے ہٹا رکھے۔

وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچانا ہے۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۲۱۸

پیر طریقت کے تالاب کو مد نظر رکھنے کے بیان میں صلاً داؤد کی طرف لکھا ہے۔

میرے عزیز بھائی! مولانا داؤد کا مکتوب شریف پہنچ کر خوشی کا موجب ہوا۔ حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان کی آل پاک علیہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طفیل آپ کے ظاہر و باطن کو اپنی مرضیات سے آراستہ و سیرستہ کرے۔

باطنی سبق کے تکرار کرنے اور خواجگان قدس سرہم کے طریقہ پر استقامت کرنے میں ایسا نہ ہو کہ پراگندہ



ترجموں سے متور پڑ جائے۔ اور اگر بالفرض کچھ غفلت و کم دقت طاری ہو جائے۔ تو اس کا علاج یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں التجا اور ناری اور نیاز و شکستگی بجالائیں اور اپنے مرنے والی پیر کی طرف جو اس دولت کے حاصل ہونے کا وسیلہ ہے۔ پورے طور پر متوجہ ہوں اور حضور و غیبت میں اس بڑی دولت کے وسیلوں یعنی پیر کے آداب کو اچھی طرح مد نظر رکھیں اور ان بزرگواروں کی رضا کو حق تعالیٰ کی رضا سمجھیں اور اس کے وسیلہ بنائیں۔ نجات و خلاصی کا طریقہ یہی ہے۔ والسلام۔

## مکتوب نمبر ۲۱۹

میرزا آیت اللہ کی طرف سے ارسال کیا۔

اس بیان میں کہا کہ آدمی اپنی نادانی سے اپنی ظاہری مرض کے دور کرنے کی فکر میں لگا ہے اور باطنی مرض

سے بیدار کی گرفتاری سے مراد ہے، فاعلیٰ پڑا ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں۔

سید الاولین و الآخین صل اللہ تعالیٰ علیہ علی آلہ

عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ

وسلم کی طفیل آپ کو اس چیز سے بچائے جو آپ

هَذَا نَحْنُ عَمَّا شَأْنَكُمْ مَعْرُوفَةٌ سَيِّدِ

کو فائدہ کرے۔ اور چیز سے محفوظ رکھے جو آپ کو

الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ

عیب لگائے۔

اجْمَعِينَ مِنَ الصَّلَوَاتِ الْمُبَارَكَاتِ

الَّتِي لَهَا الْكُلِّيَّاتُ

اسے سماعت و شرافت کے نشان والے آدمی کو جب کوئی ظاہری مرض لگ جاتا ہے اور اس کے کسی عضو کو آفت پہنچتی ہے، تو بہت کوشش اور مبالغہ کرتا ہے تاکہ وہ مرض دفع ہو جائے، اور وہ آفت دور ہو جائے۔ لیکن۔ میں قلبی نے جو اسوائے حق کی گرفتاری سے مراد ہے، اس پر اس طرح غلبہ پایا ہوا ہے جو نزدیک ہے کہ اس کو ہمیشہ کی موت تک پہنچا دے، اور ہمیشہ کے عذاب میں اس کو گرفتار کر دے۔ اس کے دور کرنے کا فکر نہیں کرتا، اور اس کے دفع کرنے میں کوشش نہیں کرتا۔ اور اگر اس گرفتاری کو مرض نہیں جانتا تو پہلے درجے کا احمق ہے۔ اور اگر جانتا ہے اور پھر فکر نہیں کرتا تو بڑا ہی بلید ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اس مرض کے سمجھنے کے لیے عقل معاد و درکار ہے۔ کیونکہ عقل معاش اپنی کوتاہ اندیشی سے ظاہر مبنی پر مبنی ہوئی ہے۔ اور عقل معاش جس طرح باطنی امراض کو فانی عیش و عشرت کے باعث مرض خیال نہیں کرتی۔ اسی طرح عقل معاد بھی ظاہری امراض کو عاقبت کے ثوابوں کی وجہ سے مرض نہیں جانتی عقل معاش



کی نظر کو تہا ہے اور عقل معاد کی نظر تیز

عقل معاد و بنیاد اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہے اور عقل معاش دولت مندوں اور دنیا داروں کا حصہ ہے۔ اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اور وہ اسباب جو عقل معاد کو بڑائی منتہی کرنے والے ہیں، موت کا ذکر، آخرت کے احوال کا یاد کرنا اور ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا ہے جو دار آخرت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔

داریم تراز گنج مقصود نشانے      ما اگر نہ رسیدیم تو شاید برسی  
ہم نے تجھے گنج مقصود کا نشان بتا دیا ہے۔ اگر ہم اس تک نہیں پہنچ سکے تو شاید تو پہنچ جائے  
باتنا چاہیے کہ جس طرح ظاہری مرض احکام شریعہ کے شکل اور اہوتے کا باعث ہے، باطنی مرض بھی اسی  
و شوری کو مستلزم ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:  
مَنْ يَرْعَى عَلَى الْمَشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ  
بِالْبَلَاءِ۔  
مشرکوں پر وہ بات جس کی طرف تو ان کو دھکاتا ہے بہت  
بھاری ہے۔

اور فرماتا ہے:  
وَأَن تَهَاجَرُوا إِلَى الْفَاسِقِينَ۔  
بے شک نہ تو بھاری ہے مگر فاسقین پر۔  
ظاہری مرض میں قوی اور اعضا کی کمزوری اس دشواری کو مستلزم۔ اور مرض باطنی میں یقین کا ضعف اور  
ایمان کی کمی اس دشواری کا موجب ہے۔ ورنہ تکالیف شرعی میں سراسر آسانی اور سہولت ہے۔ آیت کریمہ:  
يُزِيدُ اللَّهُ يَكْفُرُ الْيَسْرَ وَلَا يُزِيدُ يَكْفُرُ الْعُسْرَ  
اور آیت کریمہ:  
يُزِيدُ اللَّهُ أَنْ تُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِيَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا۔  
اللہ تم سے تخفیف کرنا چاہتا ہے اور انسان ضعیف  
پیدا کیا گیا ہے۔

دونوں اس مطلب پر گواہ ہیں۔ ج

غور شیدہ مجرم ارکے بینا نیست

سوت کا کپڑا گستاخ نہیں اگر کوئی خودی مانیہ

پس اس مرض کے دور کرنے کا فکر ضروری ہے اور حافق طہیروں کی طرف التجا کرنا فرض عین ہے۔  
مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ۔  
قاصدوں کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔

والسلام



## مکتوب نمبر ۲۲

صرفیوں کی بعض غلطیوں اور ان غلطیوں کے منشا کے بیان میں شیخ حمید بنگالی کی طرف  
صاف فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ  
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ۔ وَ عَلٰی  
اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ۔  
تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ اور  
حضرت سید المرسلین اور ان کی سب آگ و اصحاب  
پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

اس طرف کے فقرا کے احوال و اوضاع و ان بدن شکر کی زیادتی کا موجب ہیں۔ اور خود افتادہ دوستوں  
کے بارہ میں بھی یہی امید رکھتا ہے۔

اے عزیز! اس غیب الغیب یعنی اندھا دھند رستہ میں سالکوں کے قدم بہت پھسلتے ہیں۔ آپ مقامات  
اور عملیات میں شریعت کو مد نظر رکھ کر زندگانی بسر کریں۔ حضور و نبیت میں فقیر کی یہی نصیحت ہے۔ اس میں  
غفلت نہ ہونے پائے۔

فقیر اس راستہ کی بعض غلطیوں کو لکھتا ہے اور اس غلطی کا منشا ظاہر کرتا ہے۔ امید ہے کہ اعتبار کی نظر سے  
ملاحظہ فرمائیں گے اور ان مذکورہ جزئیات کے اسوا ان کے اندازہ کے موافق کام کریں گے۔

جانت لیں کہ صرفیہ کی بعض غلطی یہ ہے کہ کبھی سالک مقامات عروج میں اپنے آپ کو دوسروں سے بلند پاتا  
ہے جن کی افضلیت علماء کے اجماع سے ثابت ہوئی ہے۔ حالانکہ یقیناً اس سالک کا مقام ان بزرگواروں کے  
مقامات سے نیچے ہے۔ بلکہ یہ اشتباہ کبھی کبھی انبیاء عظیم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بھی جو قطعی طور پر بہترین مقامات  
میں واقع ہو جاتا ہے۔ عِبَادُ اللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

اس باب میں بعض کی غلطی کا منشا یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء میں سے ہر ایک کا عروج پہلے ان اسماء تک ہے  
جو ان کے وجودی تعینات کے مبدع ہیں۔ اور اس عروج سے ولایت کا اسم متحقق ہوتا ہے۔ دوسرے عروج ان اسماء  
میں اور ان اسماء سے الی ماشاء اللہ۔ لیکن باوجود اس عروج کے ان میں سے ہر ایک کا مقام و منزل وہی اسم ہے  
جو اس کے وجودی تعین کا مبدع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقامات عروج میں جو کوئی ان کو ڈھونڈتا ہے۔ اکثر ارضی اسماء  
میں پاتا ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے طبعی مکان مراتب عروج میں وہی اسماء ہیں۔ اور ان اسماء سے عروج و  
ہبوط کرنا عوارض کے سبب سے ہے۔ پس جب بلند فطرت سالک کا سیران اسماء سے بلند تر واقع ہوا تو ضرور



ان اسماء سے بھی بالاتر جائے گا۔ اور اس کو یہ وہم پیدا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے بچائے کہ یہ وہم اس پہلے یقین کو دور کر دے، اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے افضل ہونے اور اولیاء کے اولی ہونے میں جو جماع کے ساتھ افضل ہیں اشتباہ پیدا کرے۔ یہ مقام سالکوں کے قدم پھسلنے کا مقام ہے۔ اس وقت سالک نہیں جانتا کہ ان ہزار گواروں نے ان اسماء سے بے نہایت عروج فرمائے ہیں اور فرق الفوق میں پہنچے ہوئے ہیں۔ اور نیز جانتا چاہیے کہ وہ اسماء ان کے عروج کے طبعی مکان ہیں۔ اور اس کا بھی اس جگہ طبعی مکان ہے جو ان اسماء سے بہت نیچے اور پست ہے۔ کیونکہ ہر شخص کا افضل ہونا اس کے اقدم ہونے کے اعتبار سے ہے جو اس کے یقین کا مبدع ہوا ہے۔

اسی قسم سے ہے یہ بات جو بعض مشائخ نے کہی ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عارف کو مقامات عروج میں برزخیت کبریٰ حائل نہیں ہوتی، اور اس کے وسیلہ کے بغیر ترقی کرتا ہے۔

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ رابعہ بھی اسی جماعت سے ہے۔ یہ لوگ چونکہ عروج کے وقت اس اسم سے جو برزخیت کبریٰ کے یقین کا مبدع ہے اوپر گزرے ہیں اس لیے ان کو وہم ہوا ہے کہ برزخیت کبریٰ وہ بیان میں حائل نہیں رہی۔ اور برزخیت کبریٰ سے ان کی مراد حضرت رسالت خاتمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت ہے۔ اور اصل معاملہ وہی ہے جو اوپر گزرا۔

اور بعض دوسروں کی اس غلطی کا منشا یہ ہے کہ جب سالک کا سیر اس اسم میں واقع ہوتا ہے جو اس کے یقین کا مبدع ہے۔ اور وہ اسم مجمل طور پر تمام اسماء کا جامع ہے۔ کیونکہ انسان کی جامعیت اس قسم کی جامعیت کے باعث ہے۔ پس ناچار اس ضمن میں وہ اسماء بھی جو دوسرے مشائخ کے تعینات کے مبدع ہیں مجمل طور پر اس سیر میں قطع کرے گا، اور ہر ایک سے گزر کر اس اسم کے مستحکم پہنچ جائے گا، اور اپنی فوقیت کا وہم پیدا کرے گا۔ اور نہیں جانتا کہ مقامات مشائخ سے جو کچھ اس نے دیکھا ہے اور ان سے گزر گیا ہے، ان کے مقامات کا نمونہ ہے، نہ کہ ان مقامات کی حقیقت۔ اور جب اس مقام میں اپنے آپ کو جامع معلوم کرتا ہے اور دوسروں کو اپنے اجزا خیال کرتا ہے تو اپنے اولی ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے۔ اسی مقام میں شیخ بسطام قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ:

لَوَافِي أَرْفَعُ مِنْ لَوَاهِ مُتَحَقِّدٍ

میرا جھنڈا احمد کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے۔

غالبہ سکر کے باعث نہیں جانتا کہ اس کے جھنڈے کی بندی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے نہیں ہے بلکہ ان کے جھنڈے کے نمونہ سے ہے، جو ان کے اسم کی حقیقت کے ضمن میں مشہور ہوا ہے۔ اور اسی قسم سے ہے وہ بات جو انہوں نے اپنے قلب کی وسعت کے بارہ میں کہی ہے کہ اگر عرش اور مافیہ کو عارف کے قلب کے گوشہ میں



رکھ دیں تو محسوس نہ ہو یہاں بھی نمونہ کا حقیقت سے اشتباہ ہے۔ ورنہ عرش کے مقابلہ میں جس کو حق تو مانے  
عظیم فرماتا ہے۔ عارف کے قلب کا کیا اعتبار اور مقدار ہے۔ وہ ظہور جو عرش میں ہے اس کا ستواں حصہ بھی  
قلب میں نہیں ہے۔ اگرچہ عارف کا قلب ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ رویت اخروی عرش کے ظہور پر متحقق ہوگی  
یہ بات اگرچہ آج بعض صوفیہ کو ناگوار گزرے گی۔ لیکن آخر کار ایک دن ان کی سمجھ میں آجائے گی۔

اس بات کو ہم ایک مثال سے روشن کرتے ہیں کہ انسان چونکہ عناصر و افلاک کا جامع ہے۔ جب اس کی  
نظر اپنی جامعیت پر پڑتی ہے تو عناصر و افلاک کو اپنے اجزا دیکھتا ہے۔ اور جب یہ دید غالب آجائے تو کچھ دور  
نہیں کہ اگر وہ یہ بات کہہ دے کہ میں کہہ زمین سے بڑا ہوں، اور آسمان سے فراخ تر ہوں۔ اس وقت عاقل لوگ  
سمجھتے ہیں کہ اس کی عظمت و بڑائی اس کے اپنے اجزا سے ہے۔ اور کہہ زمین اور آسمان حقیقت میں اس کے اجزا  
نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے ان اجزا کا نمونہ بنے ہوئے ہیں۔ اور اس کی بزرگی ان نمونوں سے ہے جو اس کے اجزا ہیں  
نہ کہ کہہ ارضی و سماوی کی حقیقت سے۔ اور اسی وجہ سے کہ کسی شے کا نمونہ اس کی حقیقت کے متشابه ہوتا ہے۔  
فتوحات مکیہ والے نے کہا ہے کہ جمع محمدی جمع الہی سے جامع ہے۔ کیونکہ جمع محمدی کوئی اور الہی حقائق  
پر مشتمل ہے پس اجمع ہوگی۔ اور زمین جانتا کہ یہ اشتغال مرتبہ الوہیت کے طلال میں سے ایک نخل سے ہے۔  
اور اس کے نمونوں میں سے ایک نمونہ پر ہے۔ نہ کہ وہ اشتغال اس مرتبہ مقدسہ کی حقیقت پر۔ بلکہ اس مرتبہ کے پہلو  
میں کہ عظمت و کبریائی اس کے لوازم سے ہے۔ جمع محمدی کا کچھ مقدار نہیں ہے۔ مَا لِلثَّوَابِ وَدَبَّ الْأَثَرُ بَاب

و ج چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور نیز اس مقام میں جب کہ سالک کی سیر اس اسم میں جو اس کا رب ہے واقع ہوتی ہے تو بسا اوقات یہ  
خیال کرتا ہے کہ بعض بزرگوار جو یقیناً اس سے افضل ہیں اس کے وسیلہ سے بلند مقامات میں پہنچے ہیں اور اس  
وسیلہ سے ترقی کی ہے۔ یہاں بھی سالکوں کے پھسلنے کا مقام ہے۔ اللہ پناہ دے کہ اس کمال سے کوئی اپنے  
آپ کو افضل جانے اور ہمیشہ کا خسارہ حاصل کرے۔

اچھا، اگر بادشاہ عظیم الشان کسی زمیندار کی مدد سے جمہوری کی سلطنت میں داخل ہے۔ جائے اور اس  
زمیندار کے وسیلہ سے بعض مقامات میں پہنچے۔ اور اس کے ذریعے سے بعض جگہوں کو فتح کرے تو اس میں کوئی  
تعجب کی بات ہے۔ اور اس میں کیا فضیلت ہے ؟

حاصل کلام یہ کہ یہاں جزئی فضیلت کا احتمال ہے جو بحث سے خارج ہے۔ کیونکہ ہر ایک جمہور اور جلا  
اپنی کسی خاص وجہ کے باعث ہر عالم و ذوقوں و صمیم قلوبوں پر فضیلت رکھتا ہے۔ لیکن یہ فضیلت اعتبار سے  
خارج ہے۔ اور وہ جزئیت ہے وہ فضیلت کل ہے جو عالم و حکیم کے لیے ثابت ہے۔



اس درویش کر بھی اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوئے تھے اور اس قسم کی خیالی باتیں بہت پیدا ہوئی تھیں اور مدتوں تک یہ حالت رہی۔ لیکن باوجود اس کے فضل خداوندی شامل حال رہا کہ پہلے دائمی یقین میں قیام پید نہ ہوا اور مستغرق علیہ اعتقاد میں قصور واقع نہ ہوا:

بَلِّغْهُ مَحَبَّةَ الْإِخْوَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ  
وَعَلَىٰ جَمِيعٍ نُّعْمًا

اس نعمت پر اور تمام نعمتوں پر اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔

اور جو کچھ جمع علیہ کے خلاف ظاہر ہوتا تھا اس کا کچھ اعتبار نہ کرتا تھا اور اس کو نیک توجیہ کی طرف پھیرتا تھا۔ اور محیل طور پر مانا جاتا تھا کہ اس کشف کے صحیح ہونے پر بھی یہ زیادتی جزئی فضیلت پر ہوگی۔ اگرچہ یہ دوسرے بھی پیش کرتا تھا کہ فضیلت کا مدار قرب الہی پر ہے۔ اور یہ زیادتی اسی قرب میں ہے۔ پھر جزئی کیوں ہوگی؟ لیکن پہلے یقین کے مقابلہ میں یہ دوسرے کی طرح اڑ جاتا تھا اور کچھ اعتبار نہ رکھتا تھا بلکہ توبہ و استغفار و انابت سے التبا کرتا تھا اور عاجزی اور ذاری سے دعا کرتا تھا کہ اس قسم کے کشف ظاہر نہ ہوں۔ اور اہل سنت و جماعت کے عقائد کے خلاف سر نہ منکشف نہ ہو۔

ایک دن یہ خوف غالب ہوا کہ مبادا ان کشفوں پر مواخذہ کریں اور ان وہی باتوں کی نسبت پوچھیں۔ اس خوف کے غلبہ نے بڑے بڑے قرار اور بے آرام کیا۔ اور بارگاہ الہی میں بڑی التجا اور زاری کا باعث ہوا۔ یہ حالت بہت مدت تک رہی۔ اتفاقاً اسی حالت میں ایک بزرگ کے مزار پر گزر رہا تھا اور اس معاملہ میں اس عزیز کو اپنا مددگار بنایا۔ اسی اثنا میں خداوند تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور معاملہ کی حقیقت کا حق ظاہر کر دی گئی اور حضرت رسالت خاتیت **صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** جو رحمت عالمیاں ہیں ان کی روح مبارک نے حضور فرمایا اور غناک دل کی تسلی کی۔ اور معلوم ہوا کہ بیشک قرب الہی ہی فضل کلی کا موجب ہے۔ لیکن یہ قرب جو تجھے حاصل ہوا ہے اور بہت کے ان مراتب کے غلال میں سے ایک غل کا قرب ہے جو اس اسم سے مخصوص ہیں جو تیرا رب ہے پس فضل کلی کا موجب نہ ہوگا۔ اور اس مقام کی مثالی صورت کو اس طرح پر منکشف کیا کہ کوئی شک و شبہ نہ رہا۔ اور اس اشتباہ کا محل بالکل دور ہو گیا۔ اور بعض روح علوم جو اشتباہ کا محل رکھتے ہیں اور ان میں تاویل و توجیہ کی گنجائش ہے۔ اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھی تھیں زیادہ منکشف ہوئی۔

اس فقیر نے چاہا کہ ان علوم کے اغلاط کا منتشا جو بعض فضل خداوندی علی شانہ سے ظاہر ہوا ہے لکھے اور شائع کر دے۔ کیونکہ گناہ مشہور کے عیے توبہ کا اشتہار ضروری ہے تاکہ لوگ ان علوم سے غلامت و شریت نہ سمجھ لیں۔ اور تقلید کر کے گمراہی میں نہ پڑ جائیں۔ یا تکلف و تعصب کے گمراہی و جہالت نہ اختیار کریں کیونکہ اس

لے استنات از صاحب مزار۔



اندھا دھندلہ میں اس قسم کی عجیب باتیں بہت ظاہر ہوتی ہیں جو بعض کو ہدایت کی طرف لے جاتی ہیں اور بعض کو گمراہی میں ڈال دیتی ہیں۔

اس فقیر نے اپنے والد بزرگوار قدس سرہ سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہتر گروہوں میں سے الشرجو گمراہ ہیں اور سیدھے راستہ سے بھٹک گئے ہیں، ان کا باعث طریقی صوفیہ میں داخل ہونا ہے کہ انہوں نے کام کو انجام تک نہ پہنچا کر غلط راہ اختیار کیا اور گمراہ ہو گئے۔

والسلام

————— ﴿﴾ —————

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد و نصرت سے وفقر اول حصہ سوم کا ترجمہ ختم ہوا۔ مولیٰ کریم اسے قبول عام کا شرف بخشے، اور ترجمہ کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ محمد و آلہ و اصحابہ وسلم

خاکسار

محمد سعید احمد

عفی عنہ